خدّام اہلسنت کی دُعاء

از حضرت مولینا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ ——— ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے ‍ ‍ ‍ خلوص و محبت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں ‍ ‍ ‍ رسول اللہ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو ‍ ‍ ‍ ابوبکرؓ و عمرؓ. عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں ‍ ‍ ‍ وہ ازواجؓ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو ‍ ‍ ‍ تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا ‍ ‍ ‍ انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں ‍ ‍ ‍ کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل ‍ ‍ ‍ عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ے ملک میں ختم نبوت کو ‍ ‍ ‍ مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سبؓ خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی ‍ ‍ ‍ رسولِ پاک کی عظمت. محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے ‍ ‍ ‍ تیری راہ میں ہر اک سُنی مسلماں ختم ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل مسلک کے رہیں خادم ‍ ‍ ‍ ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں ‍ ‍ ‍ تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری غفراں

ے الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دو نو گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
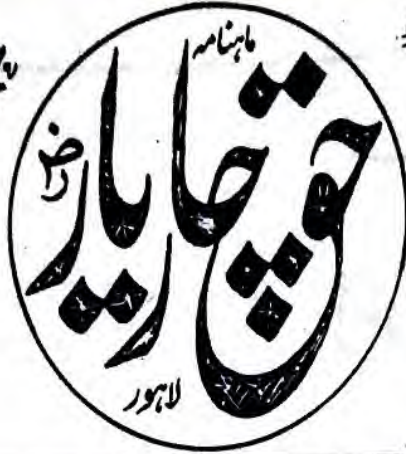
تحریکِ خدام اہل سنۃ والجماعۃ کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

جلد: ۲ شمارہ: ۱
بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے، فی پرچہ: ۵ روپے

زیرِ سرپرستی
پیرِ طریقت، وکیلِ صحابہؓ
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
فون: ۲۸۵۸ چکوال

مدیرِ مسئول
حکیم حافظ محمد طیب
فون: ۴۱۶۱۰۷ لاہور

محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
اگست ۱۹۸۹ء

سالانہ بدلِ اشتراک برائے بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک رجسٹری

ممالک	بدل اشتراک
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۳۰/- روپے
ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	۱۸۰/- روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	۱۵۰/- روپے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۵۸

خط و کتابت کا پتہ
دفتر ماہنامہ "حق چاریارؓ" مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

ایڈیٹر و پبلشر حکیم حافظ محمد طیب نے مطبع افضل شریف پرنٹرز اردو بازار لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حق چاریار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔ فون: ۴۱۶۱۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

محرّم ۔ کربلا ۔ ماتم

محرّم کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے جن کو شروع سے ہی حرمت و عظمت حاصل ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ۔ انّ عدّۃ الشھور عند اللّٰہ اثنا عشر شھرًا فی کتاب اللّٰہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرمٌ (پارہ ۱۰ ۔ سورۃ التوبہ آیت ۳۶) ۔ یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے اور ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں ۔ (ترجمہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح) اور ادب و حرمت والے وہ چار مہینے ذیقعدہ ۔ ذی الحجہ ۔ محرّم اور رجب ہیں اور پھر ماہ محرم میں عاشورہ (دسویں محرم) کو خاص فضیلت حاصل ہے ۔ چنانچہ دسویں محرّم کو حسبِ ذیل واقعات پیش آئے ہیں ۔ غوث اعظم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ: اسی دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، پہاڑوں، دریاؤں اور لوح و قلم کو پیدا کیا ہے ۔

(۲) اسی دن حضرت آدم علیہ السّلام پیدا ہوئے ۔ اسی دن آپ کی توبہ قبول ہوئی ۔

(۳) اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السّلام پیدا ہوئے ۔

(۴) اسی دن فرعون کو دریا میں غرق کیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور آپ کی قوم کو معجزانہ طور پر نجات حاصل ہوئی ۔

(۵) اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے ۔

(۶) اسی دن قیامت قائم ہوگی ۔ (بحوالہ غنیۃ الطالبین) اور حسنِ اتفاق سے اسی عاشورہ

یعنی دسویں محرم ۶۱ھ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عاشورہ کا روزہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام فرما ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ فرعون کے غرق ہونے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے نجات پانے کی خوشی میں یہودِ مدینہ دسویں محرم کو روزہ رکھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا کہ نحن احق و اولی بموسیٰ منکم فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بصیامہ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ) ہم بہ نسبت تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زیادہ تعلق اور حق رکھتے ہیں۔ پھر آپؐ نے عاشورہ کا خود بھی روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصاری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف)۔ اے اللہ کے رسول یہ عاشورہ کا ایسا دن ہے جس کی یہود تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک رہا تو میں ضرور نویں محرم کا روزہ رکھوں گا اور دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کو روزہ رکھنا اس لیے تھا کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ پائی جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاشورہ کا روزہ یہود کی پیروی میں رکھ رہے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ روزہ یہود کی پیروی کی وجہ سے نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی نجات کی خوشی میں رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار اور اہلِ باطل کی مشابہت سے بھی بچنا چاہیئے۔ چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من تشبّہ بقومٍ فھو منھم۔ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت رکھے گا وہ انہی میں شمار کیا جائے گا۔

شہادت کربلا ماہ محرم اور عاشورہ کی فضیلت تو پہلے سے تھی اور عاشورہ (دسویں محرّم) کو کئی واقعاتِ بشارت پہلے پیش آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

عاشورہ جیسے خاص فضیلت کے دن میں ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کو شہادت کی نعمت عطا فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ یزیدی لشکر کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ نے دفاعی جنگ لڑی ہے۔ آپ قطعی طور پر شہید ہیں بلکہ اپنے دور کے سید الشہداء ہیں۔ حادثہ کربلا کیوں پیش آیا، آپ کا موقف کیا تھا، یزید صالح تھا یا فاسق، صحابہ کرام کے اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟ یہاں اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ان مسائل پر میں نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) میں مفصل و مدلل بحث لکھی ہے جن کے مطالعہ کے بعد اہلسنت والجماعت کا مسلک حق بالکل واضح ہوجاتا ہے بشرطیکہ بغرض تحقیق سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک افراط و تفریط سے پاک ہے۔ ہمارے اکابر یزید کی تکفیر نہیں کرتے البتہ دلائل کی بنا پر اس کے فسق پر متفق ہیں۔ اس کے برعکس محمود احمد عباسی اور اس کی پارٹی یزید کو صالح بلکہ خلیفہ راشد تک تسلیم کرتے ہیں۔ حامیان یزید عموماً یزید کے دفاع میں حافظ ابن کثیر محدث کی کتاب البدایہ والنہایہ کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اور ناواقف لوگ ان کے فریب میں آجاتے ہیں۔ حالانکہ خود حافظ ابن کثیر بھی یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ **بل قد کان فاسقاً۔** (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ۲۳۲)۔ بلکہ (یزید) یقیناً فاسق تھا۔ بعض علماء اہل تشیع کے غلو کے مقابلہ میں غلو کر جاتے ہیں اور اعتدال پر قائم نہیں رہتے۔ حالانکہ اہل حق کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کے ردعمل کے طور پہ کوئی موقف اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ وہ دلائل صحیحہ کی بنا پر مسلک حق کو قبول کرتے ہیں اور جب صدیوں سے مسلمانان اہل السنت والجماعت کا مسلک حق واضح ہے تو پھر کسی سُنّی عالم کے لیے اس کی مخالفت کرنے کا کیونکر جواز ہوسکتا ہے۔ باقی رہا شیعوں کا غلو تو وہ تو العیاذ باللہ قرآن کے پہلے تین موعودہ خلفائے راشدینؓ کو بھی مومن نہیں مانتے اور امہات المومنین (ازواج مطہرات) کی اکثریت پر بھی لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ ان کا تو راستہ ہی جُدا ہے۔ ہم نے تو اپنے مسلک حق کی تبلیغ اور نصرت کا فریضہ ادا کرنا ہے اور ہم رب العالمین سے اسی کی توفیق مانگتے ہیں۔

ماتم مروجہ حرام ہے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ حسب حدیث نبویؐ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور اہلسنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ چنانچہ آپ نے

مخالفین ومقابلین کے سامنے بطور اتمام حجت اپنے خطبہ (تقریر) میں یہ بھی فرمایا تھا کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی ولاخی انتما سید اشباب اھل الجنۃ وقرۃ عین اھل السنۃ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم صہ ۶۲ (مطبوعہ بیروت)۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رض) سے فرمایا تھا کہ تم دونو جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہلسنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو۔

یہی ارشادِ رسالت "تاریخ ابن خلدون مترجم اُردو حصہ دوم صہ ۱۱۳ میں بھی منقول ہے۔ امام کربلا اور آپ کے عزیزاں کی شہادت بھی برحق ہے لیکن شیعوں نے جو حادثہ کربلا اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بنیاد بنا کر ماتم اور جلوس ماتم کا سلسلہ جاری کیا ہے' یہ نہ صرف یہ کہ کتاب وسُنّت کی روشنی میں ناجائز ہے بلکہ شیعہ مذہب کی بنیادی کتابوں کی مصدقہ روایات کے بھی خلاف ہے جو اُن کے ائمہ اہل بیت سے منقول ہیں۔ یہاں بطورِ نمونہ بعض آیات وروایات ہدیۂ قارئین ہیں۔

(۱) غزوۂ احد کے شہداء کے بارے میں قرآن مجید میں ہے: ولاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ (پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۳۹)۔ اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اگر تم مومن ہو تو نہ تو سست ہو جاؤ اور نہ غم کھاؤ حالانکہ تم بلند مرتبہ ہو"۔ (تفسیر المتقین ترجمہ شیعہ مفسر مولوی امداد حسین کاظمی)۔ آیت میں لفظ لاتحزنوا ہے۔ حزن رنج وغم کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے جب شہدائے احد کے بارے میں رنج وغم دل میں رکھنے سے بھی منع فرما دیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں صدیوں بعد بھی رنج وغم کی مجلسیں قائم کرنا بلکہ رنج وغم کے ماتمی جلوس نکالنے کا شرعاً کیونکر جواز ہو سکتا ہے۔

۲۔ وماصبرک الا باللہ ولاتحزن علیھم ولاتک فی ضیق مما یمکرون (سورۃ النحل آیت ۱۲۷) اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جئے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ لکھا ہے: اور (اے رسول) صبر کرو

اور تم سے صبر نہ ہوگا مگر اللہ ہی کی مدد سے اور ان (شہدائے احد) کے متعلق رنج نہ کرو اور (کافر) جو چال چلتے ہیں اس سے دل تنگ نہ ہو۔" اس آیت کی تفسیر میں مولوی مقبول احمد لکھتے ہیں:
مطلب یہ ہے کہ جو اصحاب شہید ہو گئے ہیں ان پر جو بے ادبی بعد شہادت ان کے ساتھ کی گئی ہے اس پر رنج و غم مت کھاؤ۔ (ترجمہ مقبول۔ استقلال پریس لاہور بار پنجم)۔ فرمائیے جب شیعہ مفسر کی تصریح کے مطابق جنگ احد کے شہیدوں پر رنج و غم کرنے سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا ہے تو شہدائے کربلا پر رنج و غم کے ایام منانا اور پھر ماتمی جلوس نکالنا کیونکر جائز ہوگا۔ حالانکہ شہدائے احد، شہدائے کربلا سے شہادت میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کیونکہ وہ پرچم نبوی کے سائے میں شہید ہوئے ہیں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان میں حضرت حمزہ رضی بھی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء قرار دیا ہے اور جن کے ناک کان وغیرہ بھی کفار نے کاٹ دیے تھے۔

(۲) سورۃ الممتحنہ کی آیت **ولا یعصینک فی معروفٍ** کی تفسیر میں شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی لکھتے ہیں: کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو مردوں نے بیعت کی۔ پھر عورتیں بیعت کرنے آئیں تو خدا نے یہ پوری آیت نازل فرمائی۔ یاایھا النبی الخ۔ اس وقت ہندہ نے تو یہ کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو، جبکہ وہ چھوٹے تھے، پرورش کیا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا اور ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی یہ عرض کی کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں وہ کیا ہے۔ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنا منہ نہ نوچو۔ اپنے بال نہ کھسوٹو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے واویلا کر کے نہ رو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی باتوں پر جو آیت و حدیث میں مذکور ہیں بیعت لینی چاہی۔" (ترجمہ مقبول استقلال پریس لاہور۔ بار پنجم، تعداد ایک ہزار) اور ترجمہ مقبول طبع چہارم ۱۹۵۲ء، ناشر افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور میں بھی مذکورہ روایت درج ہے لیکن بعد میں افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور نے ہی جو ترجمہ مقبول چھپوایا ہے اس کے حواشی میں یہ روایت درج نہیں کی گئی ہے۔ یہ تصرف اس لیے کیا گیا ہے تاکہ شیعہ بھی اس روایت یعنی ارشادِ رسالت سے متاثر

ہو کر ماتم مروجہ کے خلاف نہ ہو جائیں کیونکہ ماتم مروجہ میں جو منکرات پائے جاتے ہیں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔ اور اب تو ماتمی مظاہرے ترقی پر ہیں۔ زنجیروں اور بلیڈوں اور چھریوں سے بھی ایک فن کار کی طرح ماتم کیا جاتا ہے لیکن روایت کا اصل ماخذ تو تفسیر قمی اور الکافی ہے کہ ان دونوں میں یہ روایت منقول ہے۔

(۴) حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی کو بھی ماتم کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں: ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتِ وفات جناب سیدہ سے کہا کہ اے فاطمہ جب میں مر جاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا"۔
(جلاء العیون مترجم اردو حصہ اول ص ۶۷ طبع لکھنؤ)

(۵) امام کربلا نے خود بھی ماتم کی ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ باقر مجلسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ: سید الشہداء امام حسین نے کربلائے معلٰی میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہما السلام کو فرمایا کہ: اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اس کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہراء کی بیٹی ہو جب انہوں نے پیغمبرِ خدا کی مصیبت پر صبر فرمایا تھا تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ (جلاء العیون مترجم باب قضائے کربلا ص ۳۸۲)

بطور نمونہ اہل تشیع کی مستند کتب سے آیات و احادیث کے تحت چند روایات نقل کر دی گئی ہیں جن سے شیعوں کے مروجہ انعال ماتم کی کھلی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ خود حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی افعال ماتم سے منع فرمایا ہے۔ امام محمد باقر بھی منع فرماتے ہیں اور امام کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی آخری وصیت میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب کو کھلم کھلا افعال ماتم سے منع فرما دیا۔ تو پھر شیعوں کے لیے ان ماتمی مجالس اور ماتمی جلوسوں کے لیے کیونکر گنجائش نکل سکتی ہے اور طرفہ یہ کہ باوجود اس کے کہ کربلا کی آخری وصیت میں امام حسین رض نے منع فرمادیا لیکن یہ ماتمی لوگ ان کا نام لے کر ہی ان کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ان کا ماتم کیا ہے

ہائے حسین ہائے حسین پکارنا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے سر، منہ اور سینہ کو پیٹنا اور کوٹنا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ جوش ملیح آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

" ذاکر سے خطاب "

حیف ہے اے ذاکر افسردہ طبع و زرم خو | تیرے آگے کاروباری شئے ہے مولا کا لہو
تاجرانہ مشق ہے تیرا اشعار ہاؤ ہو | فیس کی محتاج ہے منبر پہ تیری گفتگو
عالم اخلاق کو زیر و زبر کرتا ہے تو | خونِ اہل بیت میں لقمہ کو تر کرتا ہے تو
حرص نے تجھ کو سکھایا ہے دنائت کا سبق | کربلا کے ذکر میں دتیا نہیں کیوں درسِ حق
چشمۂ دولت ہے تیرا سیل اشکِ بے قلق | خون کی چادر سے سونے کے بناتا ہے ورق

خانہ برباد ہے عشرت سرا تیرے لیے
اِک دفینہ ہے زمینِ کربلا تیرے لیے

(منقول از ماہنامہ النجم لکھنؤ ۱۱ محرم ۱۳۵۵ھ)

ماتم کی ابتداء

اگر مروّجہ ماتم[1] کی شریعت میں کوئی گنجائش ہوتی تو بدر، احد وغیرہ کے شہداء کا ماتم زور شور سے کیا جاتا جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت کفار سے لڑے اور جام شہادت نوش فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یہ وہ شہداء ہیں جن کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون** (پ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں

---

[1] عرصہ ہوا تلہ گنگ سے شیعوں نے ایک رسالہ بنام "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں" شائع کیا تھا جس کے جواب میں میرا رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" شائع کیا گیا۔ اس کے جواب میں ایک کتاب "فلاح الکونین فی عزاء الحسین" ماتمیوں کی طرف سے شائع ہوئی۔ پھر جواب الجواب میں ایک ضخیم کتاب "بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسین" بندہ نے شائع کی۔ مسئلہ ماتم میں اتنی مدلّل اور ضخیم کتاب اردو میں غالباً پہلے نہیں شائع ہوئی لیکن اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا ہے۔ اب یہ رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" مل سکتا ہے۔

خادم اہلسنّت مظہر حسین غفرلہٗ

قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مُردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان) حواس سے (اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔ حیاتِ شہدار کا مطلب یہ ہے کہ ان کے انہی ابدان میں حیات ہے جو قتل کیے گئے ہیں لیکن چونکہ وہ حیات عالم برزخ کی ہے اس لیے اس کی کیفیت ان حواس ظاہرہ سے محسوس نہیں ہو سکتی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی جسمانی شہداء کی حیات سے قوی ہے اور وہ حسب ارشاد نبویؐ نمازیں بھی پڑھتے ہیں الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں)۔ لیکن ان کی نمازوں کا بھی یہ ظاہری حواس ادراک نہیں کر سکتے۔ بہرحال شہدائے کرام کو مخصوص فضائل حاصل ہیں۔ وہ اپنے مقصدِ حیات میں کامیاب ہوئے ہیں، اس لیے وہ انعامات الٰہیہ کے مستحق ہیں۔ ان کو شاباش دینا اور ان کو بجائے ہائے ہائے کے واہ واہ کرنا ہی ان کے بلند مقام کی قدر شناسی کی دلیل ہے۔ یہ منہ پیٹنا اور سینہ کوٹنا وغیرہ تو ان کی شان رفیع کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے بھی شہدائے بدر اور شہدائے احد کا کبھی ماتم نہیں کیا۔ ہر سال ان کی شہادت کو ماتمی مجالس اور ماتمی جلوسوں کی نذر نہیں کیا۔

ماتم کی ابتداء

قریباً تین صدی تک دسویں محرم کو حضرت امام حسین رضہ کی شہادت کا دن افعال ماتم کے ذریعہ نہیں منایا گیا اور یہ بدعت شنیعہ معز الدولہ (متوفی ۳۵۶ھ) نے جاری کی جو خلیفہ المطیع للہ کا وزیر اعظم تھا۔ چنانچہ امام سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"۳۵۲ھ میں دسویں محرم کو معز الدولہ نے بازار بند کرائے۔ نانبائیوں کو روٹی وغیرہ پکانے کی ممانعت کی۔ بازار میں لکڑیوں کے گول ڈھانچہ بنوائے اور ان پر موٹے کپڑے چڑھائے۔ خواتین سے جن کے بال کھلے ہوئے تھے سڑکوں پر ماتم حسین کرایا۔ بغداد میں یہ وہ پہلا دن تھا جبکہ اس طرح نوحہ زاری کرائی گئی اور اس انداز سے عشرہ منایا گیا اور پھر یہ بدعت برسوں تک جاری رہی۔ پھر اسی سال ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر خم اس طرح منائی گئی کہ خوب باجے بجائے گئے۔" (تاریخ الخلفاء مترجم صفحہ ۴۳۰) اور معز الدولہ شیعہ (متوفی ۳۵۶ھ) حاکم بغداد کا دسویں محرم کو افعال ماتم کا حکم دینا اور ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا ذکر حافظ ابن کثیر

محدث نے بھی کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد سوم ص۲۴۳ طبع بیروت)

تعزیہ کی ایجاد

شیعوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقبرہ کی شبیہ کا نام تعزیہ رکھ ہے۔ ۸۰۰ھ تک ہندوستان میں تعزیہ کا نام ونشان ہی نہ تھا سب سے پہلا تعزیہ جو ہمایوں بادشاہ کے دَور میں ۹۶۲ھ میں بیرم خان کو بھیج کر ہندوستان میں منگوایا گیا اس کا وزن ۴۶ تولے تھا۔ یہ تعزیہ تصویر نہیں بلکہ بُت اور مجسمہ ہے جس کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ اب مادیات میں ترقی کرنے کا زمانہ ہے۔ تعزیوں پر ہزارہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور پھر تعزیہ کے ماتمی جلوس نکالے جاتے ہیں۔ حالانکہ دَورِ رسالت اور خلافت راشدہ میں کہیں بھی کسی چھوٹے بڑے تعزیہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ امام حسن عسکری تک بھی اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا جو اثنا عشریوں کے نزدیک گیارہویں معصوم امام ہیں۔ کیا حسینؓ اور قبر حسینؓ کے ساتھ ان کی اولاد کا کسی عقیدت و محبّت کا کوئی تعلق نہ تھا کہ انہوں نے تعزیہ اور شبیہ کا سلسلہ اختیار نہیں کیا؟ نہیں نہیں بلکہ وہ ائمہ اہل بیتؓ شریعت کے پابند تھے، سنّت کے متبع تھے اس لیے وہ اس قسم کے شرعی منکرات کے موجد نہ تھے بلکہ حضرت علی المرتضیٰ نے تو قبر کی تمثال بنانے والوں کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ چنانچہ شیعوں کے شیخ صدوق یعنی ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص۱۸۹ باب الفواد احکام المیت میں یہ روایت نقل کی ہے:

قال امیر المومنین علیہ السلام من جدد قبرًا او مثل مثالا فقد خرج من الاسلام" امیر المومنین (حضرت علی المرتضیٰ) نے فرمایا کہ جس شخص نے از سرِ نو قبر یا تمثال بنایا وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ کتاب " من لا یحضرہ الفقیہ " شیعہ مذہب کی ان چار بنیادی کتب میں سے ایک ہے جن پر شیعہ مذہب کی عمارت قائم ہے۔ یعنی الکافی (اصول الکافی وفروع الکافی)۔ (۲) الاستبصار (۳) تہذیب الاحکام (۴) من لا یحضرہ الفقیہ اور گو غیر جاندار کی تصویر جائز ہے لیکن تعزیہ تصویر نہیں بلکہ حضرت امام حسین رضؓ کے مقبرے کی شبیہ اور تمثال ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔ اسی لیے شیعہ علماء اپنے ائمہ سے یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ انہوں نے کسی قبر کی شبیہ اور تمثال بنائی ہو۔ اور پھر صرف شبیہ اور تمثال نہیں بلکہ ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ قبر تو امام کربلا کی ایک ہے لیکن محرم

میں آپ کی قبر کی ہزاروں شبیہیں ملک میں بصورتِ جلوس گردش کرتی ہیں جن کی حفاظت پولیس فورس یا فوج کرتی ہے۔ ایں چہ بوالعجبیست۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد

شیخ المحققین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اوہام شیعہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "کسی چیز کی صورت کو وہی سمجھنا اور اُس کا حکم دینا اس وہم نے بُت پرستوں کی راہ بتا رکھی ہے اور گمراہی میں ڈالا ہے اور بچے کم عمر بھی اس وہم میں بہت گرفتار ہوتے ہیں۔ گھوڑوں اور ہتھیاروں اور چیزوں کو جو لکڑی، مٹی کی بنی ہوتی ہیں، کیسے کیسے ان سے خوش ہوتے ہیں گویا سچ مچ کی پا گئے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں گڑیوں کی شادی اور نکاح کرتی ہیں اور کیسی خوش ہوتی ہیں اور شیعوں میں یہ وہم بہت غلبہ کیے ہوئے ہے حضرات امامین (یعنی امام حسنؓ و امام حسینؓ) اور حضرت امیر و حضرت زہراؓ کی قبروں کی صورت بناتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ درحقیقت یہ قبریں مجمع النور ان بزرگوں کی ہیں اور بڑی تعظیم کرتے ہیں بلکہ سجدوں کی نوبت پہنچتی ہے اور فاتحہ پڑھتے ہیں اور سلام و درود پہنچاتے ہیں اور اچھے اچھے چنور اور مورچھل منقش لے کر آس پاس ان کے کھڑے ہوتے ہیں مجاوروں کی طرح اور حق شرک ادا کرتے ہیں عقلمندوں کے نزدیک بچوں کی حرکت اور ان پیر نا بالغوں کی حرکت میں کچھ فرق نہیں۔"

(تحفہ اثنا عشریہ باب یازدہم ص۲۲)

شہادت فاروق اعظمؓ

اہل السنت والجماعت کے دونوں مکتبہ فکر کے نزدیک (دیوبندی ہوں یا بریلوی) یہ ماتم (منہ پیٹنا اور سینہ کوٹنا) وغیرہ حرام ہے، اور اہلِ حدیث کے نزدیک بھی یہ افعال ماتم حرام ہیں۔ اہل سنت کسی شہید کا بھی ماتم نہیں مناتے خواہ وہ شہدائے بدر و احد ہوں یا بعد کے شہدائے کرام۔ حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ بھی اعلیٰ درجے کے شہید ہیں اور یہ تینوں خلفاء راشدینؓ حضرت امام حسین سے بھی افضل ہیں لیکن ماتم کے ذریعہ کسی کی یادگار نہیں منائی جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا یہ پروپیگنڈا بالکل غلط اور محض ایک بہتان ہے کہ اہلسنت کو حضرت امام حسینؓ سے چونکہ محبت و عقیدت نہیں ہے اس لیے یہ ان کا ماتم نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر محبت اور عدم محبت کی بنا پر اہلسنت ماتم کو ناجائز قرار دیتے تو پھر حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان

ذوالنورینؓ کا تو ماتم کرتے۔ حالانکہ حضرت عمر فاروق ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز بدھ ابولؤلؤ فیروز کے خنجر سے فجر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھاتے ہوئے زخمی ہوئے تھے اور پانچویں دن یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی شہادت کا مہینہ بھی محرم کا ہے اور پھر یکم محرم ہے لیکن دنیا کے کسی گوشہ میں بھی سنی مسلمان ان کی شہادت کو مروجہ ماتم کی صورت میں نہیں مناتے اور نہ ہی خود شیعہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت کو اس طرح مناتے ہیں جس طرح وہ امام کربلا کی شہادت کو زور و شور اور جوش و ولولہ سے مناتے ہیں۔ آخر اس میں کیا راز ہے؟

یہ ماتمی جلوس سیاسی جلوس ہیں (خمینی)

ایران کے بانیٔ انقلاب خمینی نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور تقیہ کے پردوں کو چاک کر کے "ماتم حسین" کا فلسفہ بالکل ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ خمینی کے خطبۂ محرم کے جو اقتباسات ہفت روزہ شیعہ لاہور۔ ارلعین نمبر یکم تا ۸ جون ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے ہیں اس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۱۔ کربلا میں ہم نے جوانوں کی قربانی دی ہے اس قربانی کی حفاظت کرو۔ شاید یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک گریہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہمارا یہ گریہ سیاسی، اجتماعی اور نفسیاتی مسئلہ ہے۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ یہ گریہ یہ اجتماعات ہمارے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں۔

۲۔ عاشورہ کے روز جو ہمارے جلوس نکلتے ہیں ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ اس کو ہم لانگ مارچ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ جلوس مارچ ہیں جو سیاسی تقاضوں کے مطابق ہیں۔

۳۔ یہ شعائر سابقہ روایات کی طرح بلکہ اس طرح سے بہتر طریقہ پر منائیں۔ وہی سینہ زنی، وہی نوحے وہی گریہ ہوں اور یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔

۴۔ سیدالشہداء کی مصیبت کے بارے میں جو ہم آہنگی ہم میں پائی جاتی ہے یہ دنیا میں سب سے بڑی سیاسی طاقت ہے اور دنیا میں نہایت ہی اہم ترین نفسیاتی قوت ہے۔ اس سے تمام مومنین کے قلوب باہم مربوط ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے اور ہمارے نوجوانوں کو اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔"

خمینی کا یہ خطبہ محرم ہفت روزہ شیعہ لاہور میں شائع ہُوا ہے۔ اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی بھی تحریک خدام اہلسنت چکوال کی طرف سے ملک میں تقسیم ہوچکی ہے اور ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور کے ماہ محرم کے اس شمارہ میں بھی قارئین کی واقفیت کے لیے یہ خطبہ خمینی مکمل طور پر شائع کیاجارہا ہے۔ بہرحال خمینی صاحب کے اس خطبہ سے اس حقیقت کا مکمل انکشاف ہوجاتا ہے کہ حسینؓ شہید کے نام پر یہ ماتمی جلوس دراصل شیعوں کی منظم سیاسی قوت حاصل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں اور گو اہل تشیع کے ائمہ معصومین کے ارشادات کی روشنی میں بھی یہ افعال ماتم ممنوع ہیں، لیکن شیعوں نے ائمہ کے فرمان کو کھلم کھلا نظر انداز کرکے یہ سیاسی حربہ اختیار کیا ہے اور خمینی کے خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر شیعہ ان ماتمی جلوسوں کی ترویج نہ کریں تو پھر شیعیت کی ترقی کے لیے ان کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے اور چونکہ ان ماتمی جلوسوں میں ہر قسم کی ہنگامہ آرائیوں اور نظر بازیوں کا سامان ہے اس لیے نوجوان اس قسم کے جلوسوں کی زینت بننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ کرایہ کے ماتمی اس میں زیادہ شامل ہوتے ہیں۔ حتٰی کہ بعض نادار ناواقف سنیوں کو بھی لالچ دے کر ماتمی جلوسوں میں شامل کیا جاتا ہے اور یہ بھی غم واندوہ کی عجیب کیفیت ہے کہ ماتم کے لیے خاص ٹیمیں ہوتی ہیں جن کو ماتمی سُرتال کی تربیت دی جاتی ہے اور وہ دوسرے معاملات پر بھی حسب ضرورت اس فنکارانہ ماتم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ماتمی جلوسوں کا پھیلاؤ

گو انگریزی دور میں بھی ہندوستان میں ماتمی جلوس نکالے جاتے تھے لیکن لائسنس بہت محدود ہوتے تھے تاہم انتظامیہ ان کی حفاظت کرتی تھی اور یہ انگریز کی ایک خاص پالیسی تھی جس کے تحت سوادِ اعظم اہلسنت کے مقابلہ میں ایک قلیل ترین فرقہ کی سرپرستی کی جاتی تھی تاکہ سُنی شیعہ تصادم کی بنیاد کو مضبوط کیا جائے اور پاکستان بننے کے بعد چونکہ مروّجہ جمہوری سیاست کا غلبہ ہوگیا تھا، اہل سنت کو رواداری کا سبق سکھایا گیا شیعوں کی ماتمی مجالس اور ان کے ماتمی جلوسوں کو وسعت دی گئی۔ باضابطہ لائسنس والے جلوس اب بھی بہت تھوڑے ہیں لیکن روایتی جلوسوں کی بھرمار ہے۔ چند ماتمی اگر کسی کے گھر کھانا کھانے اکٹھے ہوکر جاتے ہیں تو اس کا فوٹو لے لیا جاتا ہے اور دوسرے سال اس کو سند کے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے اور انتظامیہ

کے ذمہ دار افسر اہلسنت کو یہ کہہ کر لا جواب کر دیتے ہیں کہ یہ جلوس تو ان کا پہلے سے ہے۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ صدر ضیاء الحق صاحب مرحوم اسلامی نظام حکومت قائم کرنے کے مدعی تھے اور بعض کاموں کی ابتدا بھی ہوئی لیکن اُن کے دَورِ حکومت میں روایتی جلوسوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہُوا اور اس راستے سے شیعیت کو فروغ ہُوا۔

حکومت کی ذمہ داری

قیامِ پاکستان کو ۴۲ سال ہونے والے ہیں۔ ہر حکومت نے یہ وظیفہ ضرور پڑھا ہے کہ پاکستان میں کتاب و سنت کا نظام جاری کیا جائے گا لیکن آج تک کسی حکومت نے بھی اپنی اسلامی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا کیونکہ حصولِ اقتدار کے بعد اہلِ اقتدار اپنے اقتدار کے تحفظ کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں اور حزبِ اختلاف حزب اقتدار کو ناکام بنانے اور اس کی جگہ اقتدار حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ دو نو گروپ اعلان تو اسلام کی برتری اور اسلامی نظام عدل قائم کرنے کا ہی کرتے ہیں لیکن عوام کو فریب دینے کا یہ صرف ایک نعرہ ہوتا ہے۔ اصل مقصد حصولِ اقتدار اور تحفظِ اقتدار ہوتا ہے اور سیاسی زعماء میں سے ممکن ہے بعض ایسے بھی ہوں جو مخلصانہ طور پر پاکستان میں اسلامی نظام کے خواہش مند ہوں مگر اکثریت ایسے ہی طالع آزماؤں کی ہے جن کا اوڑھنا بچھونا ہی ذاتی اور پارٹی کا وقار و اقتدار ہے۔ ہمارے نزدیک معیار ایک ہی ہے کہ جو سیاسی لیڈر یا پارٹی دیانتداری سے پاکستان میں اسلام کی عملاً بالادستی چاہتے ہیں وہ بلا خوف لومۃ لائم تمام وقتی اور ہنگامی مفادات سے بالاتر ہو کر قرآن کے موعودہ چار خلفائے راشدینؓ کی عقیدت اور اتباع کی طرف قوم کو دعوت دیں اور نظام خلافت راشدہ کی اتباع میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔ لیکن اگر سیاسی اسٹیج پہ کوئی سیاسی لیڈر یا سیاسی عالم خلافت راشدہ اور خلفاء راشدین کا نام لینے سے ہچکچاتا ہے اور اگر کہیں ذکر کرتا بھی ہے تو ضمناً اور ڈر ڈر کر تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے زعماء محض مروجہ جمہوری سیاست کے پہلوان ہیں۔ نظام خلافت راشدہ کی عملاً پیروی کرنا ان کے مقاصد میں شامل نہیں ہے۔ بہر حال مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری تو قرآن مجید میں یہی بتائی گئی ہے کہ وہ معروفات کو پھیلائیں اور منکرات کو مٹائیں۔ چنانچہ سورۃ الحج کی آیت تمکین میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین صحابہ کرامؓ کے بارے میں

بطور پیشگوئی کے یہ اعلان فرمایا ہے کہ:

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔ (سورۃ الحج آیت ۴۱) - یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

یہ پیشن گوئی اور اعلان مہاجرین اولین صحابہ کرام کے بارے میں ہے اور حکومت ملنے سے پہلے ہی علیم و قدیر رب تعالیٰ نے اپنی طرف سے ہی یہ اعلان فرما دیا ہے کہ اگر ہم ان کو حکومت دیں تو وہ ضرور نماز و زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں گے اور ظاہر ہے کہ مہاجرین اوّلین میں سے صرف چار صحابہؓ (چار یارؓ) کو ہی حکومت ملی ہے۔ اس اعلان خداوندی کے پیشِ نظر اس حقیقت پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ان چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دَورِ خلافت میں یہ مذکورہ فرائض انجام دیے ہیں۔ اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ باوجود اقتدار و حکومت پر فائز ہونے کے ان میں سے کوئی ایک خلیفہ بھی ان فرائض کو انجام نہیں دے سکا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے اعلان کے مطابق ان سے کام نہیں لے سکا۔ یہ آیت باقتضاء النص ان چاروں خلفاء کی خلافت کے برحق ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے اور خلافت راشدہ اور حق چار یارؓ قرآن کی اسی موعودہ خلافت راشدہ کی حقانیت کے اظہار کے لیے ایک بہترین اور جامع اعلان ہے۔

(۲) یہ چار یارؓ تو اس آیت کا یقیناً مصداق تھے لیکن اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر کہیں مسلمانوں کو حکومت اور اقتدار اعلیٰ حاصل ہو جائے تو اہلِ حکومت پر لازم ہے کہ وہ آیت میں مذکورہ چار فرائض انجام دیں اور وہ مذکورہ چار خلفائے راشدین کے نظامِ حکومت کو اصولی طور پر اپنے لیے معیارِ حق تسلیم کریں ورنہ اگر کوئی مدعی اسلام حکمران ان خلفائے راشدین کی خلافت کا عقیدتاً منکر ہو گا تو اس کی حکومت کو اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا اور اگر کوئی حکمران اعتقادی

طور پر تو قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کو مانتا ہے لیکن عملاً ان کی اتباع نہیں کرتا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔ اسی لیے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مابعد کی امّت پر اپنی سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (مشکوٰۃ شریف)

یعنی اختلاف و انتشار کے دَور میں تم پر میری سنّت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت (طریقے) کی پیروی لازم ہے۔

اور خلفائے راشدین کی پیروی میں جہاں معروفات اور نیکیوں کا پھیلانا لازم ہے وہاں منکرات کو بھی مٹانا لازم آتا ہے۔ اب پاکستان کے ۴۲ سالہ دَور کے حکمرانوں کو دیکھ لیجئے کہ کون کون خلفاءِ راشدین کا عقیدت مند تھا اور کس کس نے کن کن منکرات کا قلع قمع کرنے کی کوشش کی یا کن کن منکرات کو پھیلایا ہے اور ان کو تقویت دی ہے۔ کاش کہ میدان سیاست میں قرآن مجید کی اس آیت تمکین کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا اور اس کی رہنمائی میں ملک و ملّت کی خدمت کی جاتی تو پاکستان کا آج نقشہ ہی اور ہوتا۔

جلوس، تعزیہ و دلدل منکرات میں سے ہیں

قرآن و حدیث اور ائمہ اہلِ بیت رض کے ارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ ماتم مروجہ شرعی منکرات میں سے ہے اور محرم اور چہلم کے مروجہ ماتمی جلوس بھی منکرات شرعیہ کا ایک زبردست مظاہرہ ہیں۔ مذہبی اعتبار سے بھی یہ ناجائز ہیں اور خمینی صاحب نے جب ان ماتمی جلوسوں کو سیاسی قوت کے حصول کا ایک مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے تو اب کوئی حکومت یہ تاویل نہیں کر سکتی کہ یہ جلوس اہلِ تشیع کے صرف مذہبی جلوس ہیں۔ لہٰذا ہر حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان شرعی منکرات کے مظاہرے پر بھی پابندی لگائے اور ان کی سیاسی نوعیت کے پیشِ نظر جب کبھی سیاسی جلوسوں پر پابندی لگائی جائے تو محرم اور چہلم کے ماتمی جلوسوں پر بھی بحیثیت سیاسی جلوسوں کے پابندی عائد کر دی جائے لیکن ان ماتمی جلوسوں کی بہرحال پولیس یا فوج کے ذریعہ حفاظت کی جاتی ہے۔ کیا پاکستان اس کے لیے بنا تھا کہ ان شرعی منکرات کی سرپرستی کی جائے۔

اہلِ سنت کیوں مظلوم ہیں

کسی حکومت یا سیاسی پارٹی سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ سنی شیعہ تصادم عموماً ان ماتمی جلوسوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور ہر سال کئی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں مگر اس کے باوجود ماتمی جلوسوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور سوادِ اعظم اہلِ سنت باوجود عظیم اکثریت کے بہت زیادہ مظلوم ہیں کیونکہ ماتمی جلوس پولیس فورس یا فوج کی نگرانی میں جہاں سے گذرتے ہیں وہاں اہلسنت کے گھروں کے سامنے بھی وہ خاموشی سے نہیں گزرتے بلکہ ماتمی افعال کا زیادہ مظاہرہ کرتے ہیں اور سُنی مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم گھروں کے دروازے بند کردو۔ خبردار تمہارا کوئی آدمی چھت پر چڑھے۔ گویا زبردستی سُنی مسلمان کو اس کے مذہبی عقیدے کے خلاف اس کے دروازہ پر افعال ماتم کا مظاہرہ کرایا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر زیادتی یہ ہے کہ سُنی مساجد کے سامنے سے یہ ماتمی جلوس گزرتے ہیں تو بجائے خاموشی سے گذرنے کے ماتمی پارٹیاں وہاں زیادہ ہنگامہ آرائی کرتی ہیں اور سنی مسلمان بیچارے اپنے عقائد کے خلاف ان منکرات کو برداشت کرتے ہیں اور یہ سب کچھ حکومت کے زیرِ سایہ ہوتا ہے۔ اگر انتظامیہ سے کہا جائے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو ملازم ہیں ہم نے تو ڈیوٹی دینی ہے۔ اوپر سے روٹ تبدیل کراؤ۔ لیکن ہم تو اس قسم کے روٹوں کی تبدیلی کے لیے کتنی قراردادیں مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو بھیج چکے ہیں لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ قراردادیں ردّی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہیں۔ کیا اس سے زیادہ بھی کوئی مظلوم اکثریت ہو سکتی ہے۔ شیعوں کو وہ سب کچھ کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو ان کی بنیادی کتابوں کے بھی خلاف، اور اہلِ سُنت کو یہ حق بھی نہیں دیا جاتا کہ سُنی مسجد کی گلی سے سابقہ رُوٹ کو بدل دیا جائے۔

مدنی جامع مسجد کا قضیہ

مدنی جامع مسجد کی تنگ گلی سے ہر سال، محرم اور، اصغر کو دو ماتمی جلوس گذرتے ہیں۔ سالہا سال سے ہم روٹ کی تبدیلی کے لیے کوشش کر چکے ہیں۔ حتیٰ دو سال ہوئے فوج کی نگرانی میں یہ ماتمی جلوس گذارا گیا لیکن کسی حکومت نے بھی اہلِ سنت کے احساسات کا اب تک لحاظ نہیں کیا۔ اسی طرح جہلم کی جامع مسجد گنبد والی کا بھی یہی قضیہ ہے جہاں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب امیر تحریک خدام اہل سنت صوبہ پنجاب خطیب ہیں۔ گذشتہ سال ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ماتمی جلوس کا قضیہ بھی سنگین صورت

اختیار کر گیا ہے اور گذشتہ سال کوہاٹ میں بھی ماتمی جلوس گذارنے کے لیے سُنّی مسلمانوں پر جو ... کیا گیا
سب کو معلوم ہے اور یہی جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا قضیہ ہے۔ وہ اہلِ سنّت دیوبندی مسلک
کا ایک عظیم مرکز ہے۔ وہاں کے اکابر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب وغیرہ کو جیل میں نظر بند
کر دیا گیا اور فوج کی نگرانی میں ماتمی جلوس کو گزارا گیا۔ اور بھی کئی مقامات پر سُنّی مساجد اور
سُنّی دینی مدارس کے بارے میں ہر سال سُنّی مسلمانوں پر کڑی آزمائش کی جاتی ہے لیکن
کوئی حکومت ان خلافِ شرع جلوسوں پر پابندی تو کجا ان کا راستہ بھی نہیں بدلتی۔ حالانکہ اکثر
صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران سُنّی اکثریت کے ووٹوں سے کامیاب ہوتے ہیں چیف منسٹر
بنتے ہیں، حکمران بنتے ہیں لیکن سُنّی ممبران بھی سُنّی مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنے کے
لیے کوئی کوشش نہیں کرتے بلکہ اکثر سُنّی ممبران بھی یہی چاہتے ہیں کہ شیعہ ماتمی جلوس
ضرور گذر جائے خواہ سُنّی مسلمان کتنا ہی بے وقار ہو جائے، خواہ سُنّی مساجد اور سُنّی دینی
مدارس کی بے حرمتی ہوتی رہے۔ اس پہلو سے سُنّی مسلمانوں کی مظلومیت انتہائی درجے
تک پہنچ چکی ہے اور یہ نتیجہ ہے اس غفلت اور بے حسی کا کہ سُنّی مسلمانوں نے اپنے سُنّی
مذہب کی بنیاد پر پوری محنت نہیں کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شرعی عظمت قرآنی
آیات اور نبوی ارشادات کی روشنی میں نہیں سمجھائی گئی۔ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کے
عقیدہ کی تبلیغ میں کوتاہی کی گئی تو اس پہلو سے اہلِ سُنّت میں کوئی منظّم کام نہیں ہو
سکا اور اس کے برعکس اہلِ تشیع کا اوڑھنا بچھونا ہی اپنے شیعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت
ہے۔ ان کی ساری محنتیں اور کاوشیں شیعیت کے لیے ہیں۔ وہ حزبِ اقتدار کے ساتھ
اگر وابستہ ہوتے ہیں تو شیعیت کے لیے، اور اگر حزبِ اختلاف کا سہارا لیتے ہیں تو
محض اپنی شیعیت کے فروغ کے لیے۔ کاش سُنّی مسلمان بھی اپنی دینی بنیاد پر محنت
کرتے۔ اپنے شاندار ماضی کو پیشِ نظر رکھتے اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ
عنہم اجمعین کے دَور کی ترقی سے سُنّی مسلمانوں کو آگاہ کرتے اور جماعت صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی وفاداری کے دائرہ میں رہ کر کتاب و سُنّت کی تعلیم و تبلیغ میں محنت
کرتے تو غالب اکثریت کے باوجود یوں اپنوں اور غیروں کے ہاتھوں ذلیل نہ ہوتے۔ لیکن

ہم مایوس کبھی نہیں ہیں۔ اگر سُنی قوم اصحاب و خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دینی غیرت سے کام لے، اس بنیاد پر باہمی نظم وضبط قائم رکھنے کی کوشش کرے تو انشاء اللہ حق تعالیٰ کی رحمت اور نصرت شامل ہو جائے ۔

عجب کیا ہے یہ بیڑہ غرق ہو کر پھر ابھر آئے   کہ ہم نے انقلاب چرخِ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں

وما ذلك على الله بعزيز

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہٗ
۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

حضرت سیّد نفیس الحسینی مدظلہ

امسال (۱۴۰۹ھ) حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے فوراً بعد کچھ اشعار حرم پاک میں اور کچھ جدّہ میں ہوئے

شُکر ہے تیرا خدایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
تُو نے اپنے گھر بُلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

اپنا دیوانہ بنایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
گردِ کعبے کے پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مُدّتوں کی پیاس کو سیراب تُو نے کر دیا
جام زمزم کا پلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک مرے سینے میں تُو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذکرِ اِلّا اللہ کا
یہ سبق کس نے پڑھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

خاص اپنے دَر کا رکھّا تُو نے اے مولا مجھے
یُوں نہیں دَر دَر پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پر نہیں تُو نے بُھلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں کہ تھا بے راہ تُو نے دستگیری آپ کی
تُو ہی مجھ کو رہ پہ لایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

عہد جو رُوزِ ازل مَیں نے کیا تھا یاد ہے
عہد وُہ کس نے نبھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہُوا مجھ کو نصیب
گُنبدِ خضرا کا سایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں نے جو دیکھا سو دیکھا بارگاہِ قدس میں
اور جو پایا سو پایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بارگاہِ سیّد الکونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آ کر نفیسؔ
سوچتا ہُوں، کیسے آیا؟ مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

کتابت: محمد جمیل حسن تلمیذ حضرت سید نفیس الحسینی صاحب مدظلہ

قائدِ اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب سرگودھوی

حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا ۱۲ شوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۸۹ء دارِ فانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو آمین اور مولانا عبدالعید صاحب وغیرہ تمام اہلِ خانہ کو اور آپ کے بھائی حضرت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب کو صبر جمیل کی توفیق ملے۔ آمین۔

حضرت مفتی صاحب مرحوم کی وفات کی اطلاع ہمیں مدت کے بعد ملی۔ ان دنوں میں بیمار تھا۔ مرحوم کے صاحبزادہ مولانا عبدالمعید صاحب نے کسی کو فون کے ذریعے اطلاع کرنے کو کہا لیکن فون سے رابطہ نہ ہو سکا۔ جماعت کی طرف سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی امیر تحریک خدام اہلسنت صوبہ پنجاب تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تھے اور یہاں سے بھی میں نے بعد میں حافظ عبدالوحید صاحب حنفی ناظم دفتر تحریک خدام اہلسنت چکوال کو تعزیت کے لیے مولانا عبدالمعید صاحب کے پاس بھیج دیا تھا۔ حسب ضابطہ کل نفس ذائقۃ الموت ہر شخص کے لیے موت کا وقت مقرر ہے جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ یہ جہان دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء۔

یہ فانی زندگی امتحانی زندگی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (سورۃ الملک)

یعنی اسی رب کائنات نے موت وحیات کا سلسلہ پیدا فرمایا ہے اور اس سے بندوں کا امتحان مقصود ہے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔

حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب مرحوم فاضل دیوبند تھے۔ انہوں نے ۱۳۵۸ھ میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ سے دورۂ حدیث پڑھا تھا اور بندہ بھی اسی سال دورۂ حدیث میں شریک تھا لیکن دارالعلوم کے ایام میں ان سے کوئی خاص واقفیت نہیں تھی البتہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوا تھا۔ مفتی احمد سعید صاحب مرحوم کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اس سال دیوبند میں تشریف لے گئے تھے تو طلباء سے معلوم ہوا تھا کہ وہ فلاں بزرگ ہیں۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد مولانا مفتی احمد سعید صاحبؒ نے تدریس کا کام شروع کیا۔ آپ کی کتابیں پختہ تھیں۔ پڑھاتے پڑھاتے آپ نے ایک کہنہ مشق قابل مدرس کا مقام حاصل کر لیا اور حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی زندگی ہی میں دورۂ حدیث کی بھی بعض کتابیں شروع کرا دیں اور حضرت مفتی صاحب کے بعد آپ مستقل طور پر شیخ الحدیث کی مسند پر سرفراز ہوئے۔ آپ خاموش طبع عالم تھے۔ عملاً سیاسیات میں بھی بہت کم حصہ لیتے تھے۔ تدریس علوم وفنون اور درس حدیث میں ہی منہمک رہتے تھے۔ البتہ آپ کے بھائی جناب مولانا قاری عبدالسمیع صاحب جمعیۃ میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ جن دنوں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جمعیۃ علماء اسلام شمالی پنجاب کے امیر اور بندہ ناظم اعلیٰ تھا۔ ہمارا صوبائی دفتر سرگودھا میں تھا۔ ناظم دفتر جناب حاجی حافظ محمد صادق ہوتے تھے۔ تو مجھے اجلاس کے لیے سرگودھا جانا پڑتا تھا اور مولانا مفتی احمد سعید صاحبؒ سے بھی کبھی کبھی ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سے جمعیۃ کی مجالسِ شوریٰ میں بھی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ ہم نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے ساتھ جماعتی دورہ کیا تھا۔ سرگودھا سے شیخوپورہ گئے وہاں حضرت مولانا محمد امین الحق شاہ صاحبؒ کی جامع مسجد میں رات کو جمعیۃ کا جلسہ ہوا تھا۔ وہاں سے لاہور اور پھر سیالکوٹ تک ہم نے جماعتی دورہ کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں لاہور اور پھر سینٹرل جیل ساہیوال (سابق منٹگمری) میں

بھی چند ماہ ہم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے ساتھ رہے ہیں۔ ساہیوال جیل میں ضلع ساہیوال، سرگودھا جہلم اور اٹک (سابق کیمبلپور) کے علماء و رضا کار نظر بند تھے۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب (ڈڈیال) اور بندہ ایک ہی کوٹھڑی میں رہتے تھے۔ ہمارے ساتھ کی کوٹھڑی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحبؒ غورغشتوی رہتے تھے۔ بڑے مخلص اور متقی بزرگ تھے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی۔ وہ روزانہ کم از کم ایک مرتبہ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے۔ جہاں بھی بیٹھتے ان کی محفل گرم رہتی تھی۔ خوش پوش اور بے تکلف بزرگ تھے۔ اپنی خوش پوشی کے سلسلہ میں انہوں نے جیل میں ہی یہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میں اچھا لباس پہن کر سُرمہ لگا کر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے باادب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ ایک بیمار حکیم حاذق کے سامنے حاضر ہو گیا ہے۔ جو مناسب سمجھیں علاج فرمائیں تو حضرت مدنی مُسکرا دیے اور کچھ نہیں فرمایا۔ تحریک ختم نبوت میں ہم چند ماہ ساہیوال سینٹرل جیل میں رہے۔ رہائیاں شروع ہونے پر باری باری نظر بند جیل سے رہا ہوتے رہے۔ بندہ قریباً نو ماہ جیل میں رہا۔ اس وقت آئی۔ جی جیل خانہ جات ایک قادیانی تھا اور اس طوالت کی وجہ قادیانیوں کے ہاں وہ ریکارڈ تھا جس میں میرے والد صاحب حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ نے براہِ راست مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا مقابلہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ دو سال مقدمہ چلتا رہا جس میں مرزا غلام احمد کذاب و دجال کو چھ ماہ قید محض کی سزا ہوئی تھی اور بالآخر ایک انگریز وکیل کی وساطت سے اپیل میں بری ہوا تھا۔ اس مقدمہ کی صحیح اور دلچسپ روئیداد حضرت والد صاحب مرحوم کی کتاب "تازیانہ عبرت" میں موجود ہے جس میں عدالتی دستاویزات بھی شامل ہیں لیکن اب یہ کتاب نایاب ہے

مکتوب حضرت مدنیؒ

ساہیوال سینٹرل جیل سے ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو میری رہائی ہوئی رہائی کے بعد بندہ نے حضرت مدنیؒ قدس سرہٗ کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والا نامہ میں ارشاد فرمایا:

"نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیئات

اور ترقی درجات کرے۔ آمین" (مکتوبات شیخ الاسلام جلد چہارم مکتوب نمبر ۳۵)۔
یہ واقعات تو حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب کے تذکرہ میں ضمناً لکھ دیے ہیں

ہر گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را

تذکرہ تو دراصل حضرت مولانا مفتی احمد سعید مرحوم کا مطلوب تھا۔ گذشتہ سال جامع مسجد نمبر ایک بلاک میں تحریک خدام اہلسنت کا جلسہ تھا۔ جلسہ شروع ہونے سے پہلے جامع مسجد کے مہمان خانہ میں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کی صحت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ صحت تو اب بہت کمزور ہے۔ آئندہ دورۂ حدیث نہیں پڑھا سکوں گا۔ ہاں یہ ارادہ ہے کہ نحو کا دورہ شروع کرا دوں۔ اس کی بڑی ضرورت ہے لیکن بعد ازاں صحت زیادہ کمزور ہونے کی وجہ سے اس ارادہ کی تکمیل نہ کر سکے اور اپنے وقت پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس جہاں سے رحلت فرما گئے ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش
زجام دہر پیے کل من علیہا فان

چونکہ مفتی صاحب مرحوم نے زیادہ عرصہ درس و تدریس میں گذارا ہے (اس کے علاوہ جامع مسجد کی خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں) وہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہیں دے سکے البتہ چھوٹے رسائل تصنیف کیے ہیں اور انہوں نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک کتاب بنام "حیات النبیؐ اور مذاہب اربع" تصنیف کی ہے جو اپنے موضوع پر ایک علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔ یہ کتاب اس پہلو سے منفرد ہے کہ اس میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہ سے "عقیدہ حیات النبیؐ" کا اثبات کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ مفتی صاحب مرحوم کی علمی اور دینی خدمات قبول فرمائیں۔ آمین۔ آپ کے صاحبزادہ مولوی عبدالمعید صاحب سلمہ تحریک خدام اہلسنت سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلاف کی پیروی میں مسلک اہلسنت والجماعت کی تبلیغ و نصرت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب اوڈیؒ

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب اوڈی رحمۃ اللہ علیہ بھی ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ کو وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرحوم ایک صالح عالم تھے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ کے متوسلین میں

سے تھے۔ کبھی کبھی رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع میں حاضری دیتے تو وہاں سے چکوال بھی ملاقات کے لیے تشریف لے آتے تھے۔ میرے ساتھ خط و کتابت بھی رکھتے تھے۔ مسلک حق میں بہت پختہ تھے اور مسلک حق کے خلاف اٹھنے والے فتنوں سے نفور رہتے تھے۔ تحریک خدام اہلسنت کے حامی اور مؤید تھے۔ ماہنامہ حق چاریارؓ کے اجراء سے بہت خوش ہوئے اور اس کی تائید میں ایک مضمون بھی ارسال کیا۔ آپ ضرورتاً تالیف و تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی ایک کتاب بنام "مدح صحابہؓ" ہے اور ایک کتاب آپ نے "خارجیت کا نیا ایڈیشن" تصنیف کی تھی جس میں آپ نے محمود احمد عباسی اور اس کی پارٹی کے خارجی نظریات کی نشاندہی کی تھی۔ حق تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی علمی، دینی اور مسلکی خدمات قبول فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فاروق اعظمؓ کی ہدایات۔ طلباء کے لیے

(۱) نوجوان شوق سے علم حاصل کریں اور سمجھ پر زیادہ زور دیں۔ (۲) بلند خیالی اور دانائی کو قیادت و سرداری کا معیار مقرر کریں (۳) حالات کی درستگی اور معاملات کی صفائی کو زیادہ اہمیت دی جائے اور صرف نماز، روزہ اور دیگر عبادات ہی کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں (۴) دنیا کو مقصود نہ بنائیں اور ہر وقت آخرت پر نظر رکھیں (۵) لوگوں کے ذکر و تذکرہ میں نہ پڑیں اس سے شخصیت مجروح ہوتی ہے (۶) صفائی ستھرائی کی طرف خاص توجہ دیں (۷) ہر وقت چاق و چوبند رہیں۔ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بننے کے لیے گردن جھکا کر نہ بیٹھیں (۸) اپنا جائزہ لیتے رہیں اور دوسروں کی نکتہ چینی کی پرواہ نہ کریں (۹) کارکردگی اور کارگزاری کو سرمایۂ حیات قرار دیں اور بے کاری و کام چوری کو نہایت حقیر سمجھیں (۱۰) خودستائی سے باز رہیں اور اس کو احساس کمتری و خودکشی سمجھیں۔

(ماخوذ: تاریخ عمرؓ۔ ابن جوزی)

مری فطرت محبّت ہے مرا ایماں محبّت ہے — جسے پڑھتی ہے چشمِ شوق وہ قرآں محبّت ہے

محبّت کا حقیقی رنگ کب دیکھا ہے دُنیا نے — محبّت کو غلط الفاظ میں سمجھا ہے دُنیا نے

محبّت موجِ دریا میں، محبّت چاند تاروں میں — محبّت مستقل سوزِ محبّت ہے شراروں میں

محبّت دیدۂ مجنوں میں لیلےٰ بن کے پوشیدہ — محبّت کوہکن کے دل میں شیریں بن کے خوابیدہ

محبّت اصل میں سرمایۂ احساسِ ایمانی — محبّت صاحبِ معراج کی معراجِ رُوحانی

تبسّم جب مشیّت کے لبوں پر کھیلتا آیا — محبّت کا پُجاری ہر مصیبت جھیلتا آیا

لبِ اقرار سے نکلیں نغمۂ توحید کی تانیں — ہویدا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد سے ہو گئیں شانیں

خدا نے جب یہ چاہا مظہرِ کامل کروں پیدا — کوئی بزمِ جہاں کا صاحبِ محفل کروں پیدا

امانت کا محبّت کی کوئی ہوتا امیں آخر — ہوئے مکّہ میں پیدا رحمۃ للعالمیںؐ آخر

خدا کی ذات کو جب ساجدِ اصنام پہچانے — تو اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا راز سمجھانے

کتابِ آخری کے چار عنوانِ جلی آئے — ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ آئے

لیا جب امتحانِ عشق حسنِ جاودانی نے
جبینِ عشق کو چوما عروسِ کامرانی نے

علامہ انور صابری دیوبندیؒ

فضائلِ صدّیق اکبرؓ

قسطِ اوّل

جناب پروفیسر حافظ عبدالمجید صاحب ایم۔ اے اردو/ایم ایس سی فزکس (چکوال)

سبقتِ اسلام جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت اور پہل کی ان کو سابقین کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سابقین کا درجہ و مرتبہ بعد میں اسلام لانے والوں سے اشرف و افضل ہے۔ قرآن کریم میں صحابہؓ کے درجوں کی ترتیب کے تذکرہ میں سب سے اوّلیت ان مہاجرین کو حاصل ہے جو قبولِ اسلام میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(سورہ توبہ آیت ۱۰۰)

اور جو لوگ سبقت کرنے والے ہیں سب سے پہلے ہیں مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان (مہاجرین و انصار) کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں تمام صحابہؓ کے لیے عموماً اور سابقین اوّلین کے لیے خصوصاً انعام واکرام کا اعلان

فرمایا گیا ہے۔ اور ان سابقین اوّلین میں خلفاء اربعہ رض سرفہرست ہیں۔ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ رح اس آیت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اب تم کو خلفاء رض کی فضیلت کے اقرار سے کیا چیز مانع ہے۔" (ازالۃ الخفاء مترجم ج ۲ ص ۹۴)

اور ان سابقین اوّلین میں حضرت صدّیق اکبر رض کو تو امتیازی شان حاصل ہے کیونکہ اسلام لانے میں حضرت ابوبکر رض سب سے سبقت لے جانے والے اور سب سے اوّل ہیں۔

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم پر سب سے پہلے کون ایمان لایا اور اسلام قبول کرنے میں کس نے سبقت کی؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت علی رض سب سے پہلے اسلام لائے۔ بعض حضرت خدیجہ رض کے اوّل الاسلام ہونے کے قائل ہیں۔ بعض حضور رض کے غلام زید رض بن حارثہ کو سب سے پہلا اسلام قبول کرنے والا سمجھتے ہیں اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر رض ہیں۔ ان تمام اقوال میں تطبیق اس طرح دی جاتی ہے کہ بالغ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضور ابوبکر رض اسلام لائے، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رض نے اسلام قبول کیا، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رض دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رض بن حارثہ کو دولتِ اسلام نصیب ہوئی۔ مولانا جلال الدین سیوطی رح فرماتے ہیں:

واول من ذکر ھذا الجمع الامام ابو حنیفۃ۔	سب سے پہلے جس نے ان مختلف اقوال میں اس طرح تطبیق دی وہ حضرت امام ابوحنیفہ رح ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷)

مذکورہ اقوال کے علاوہ بعض نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں ورقہ بن نوفل کا نام بھی لیا ہے۔ (لیکن یہ قول مرجوح ہے)۔

بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت علی رض، حضرت خدیجہ رض، حضرت زید رض بن حارثہ، ورقہ بن نوفل یا ان میں سے کوئی ایک ابوبکر رض سے پہلے اسلام لائے، تو بھی یہ امر غور طلب ہے کہ حضرت ابوبکر رض کے اسلام سے زیادہ کس کا اسلام حضور ص کے لیے باعثِ تقویت ہو سکتا تھا؟ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی حضور ص کی مدد و نصرت کی ذمّہ داریوں سے اس درجہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتا

تھا جتنا کہ حضرت ابوبکرؓ۔ کیونکہ حضرت خدیجہؓ عورت ذات تھیں، حضرت علیؓ بچے تھے اور حضرت زیدؓ بن حارثہ غلام تھے۔ ان کا ایمان لانا دعوتِ اسلام میں تقویت کا باعث کیسے بن سکتا تھا۔ بلکہ ایک لحاظ سے تو ان کا ایمان لانا حضورؐ کی ذمّہ داریوں میں مزید اضافہ کا مترادف تھا کہ حضورؐ اپنے تحفظ کے علاوہ ایک عورت، ایک بچے اور ایک غلام کو بھی کفّار کے ظلم وستم سے بچانے کے ذمّہ دار بنے۔ یہ صرف حضرت ابوبکرؓ کا ہی اسلام تھا کہ جو ہر طرح حضورؐ کے لیے باعثِ تقویت بن سکتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ آزاد تھے۔ صاحبِ اثر تھے۔ وہ حضورؐ کی اتباع میں (شانہ بشانہ) کام کر سکتے تھے۔ وہ ہر طرح کے مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کر سکتے تھے اور اسلام کی اشاعت میں مالی وجانی قربانی پیش کر سکتے تھے۔ اس لیے وہ سابقیت واولیت جس پر افضلیت کا مدار ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں۔

ابن کثیرؒ کا قول: ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہوئے۔ ان کا اسلام حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ ان سب کے اسلام سے زیادہ نفع بخش ثابت ہوا، کیونکہ وہ قریش کے صدرِ معظم اور معزز ومحترم رئیس تھے اور اسلام کے داعی بھی۔ ان کی مجلسی زندگی اور تعلقات کا دائرہ وسیع تھا۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تابعداری میں دولت صرف کرتے تھے۔" (البدایہ والنہایہ)

شہاب الدّین تورپشتیؒ کا قول: علّامہ شہاب الدین تورپشتیؒ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ دیگر موجباتِ تفضل میں بھی جملہ صحابہؓ سے فاضل تر تھے چنانچہ موجباتِ تفضل میں سے سب سے پہلی بات تقدمِ اسلام ہے۔ تو اس امر میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اسلام ابوبکرؓ، علیؓ، زیدؓ اور خدیجہؓ رضی اللہ عنہم کا سب سے اوّل تھا۔ ان چہار حضرات کے تقدمِ اسلام کے باب میں احادیث وارد ہیں مگر تقدمِ اسلام حضرت ابوبکرؓ کی حدیث کی اسناد جیسی جیّد اور درست ہیں اس درجہ ہر سہ حضرات کی حدیثِ اسلام کی اسناد جیّد نہیں۔" (ترجمہ عقائدِ تورپشتیؒ ص ۲۵۲)

نیز فرماتے ہیں:۔

"تو ظاہر ہوا کہ سوائے ابوبکرؓ کے اس وقت کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اپنے اسلام سے حضورؐ کو کچھ امداد و تقویت پہنچاتا۔ ابوبکرؓ ہی ایسے شخص تھے جو قوت و شوکت و مرتبت کی حالت میں اسلام لائے اور دعوتِ اسلام میں آپ کے دست و بازو ثابت ہوئے۔ اور کامل تیرہ سال تک ہر طرح کی تکالیف و مصیبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور تبلیغ و دعوت و نشرِ ملت میں سعی کامل بجا لاتے رہے۔" (ترجمہ عقائد تورپشتیؒ ص ۲۵۳)

شاہ ولی اللہؒ کا قول: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"اوّلیت کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا کہ وہ لوگوں کو اسلام پر ابھارنے والی ہوئی اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والی ہوئی اور بحکم الدال علی الخیر کفاعلہ یعنی خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے والے کی مانند ہے۔ ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے ہیں ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور یہ بات بجز اس شخص کے جو آزاد ہو، بالغ ہو، لوگوں میں مشہور ہو اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش کے ساتھ لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے شخص کو میسّر نہیں ہو سکتی تو اوّلیت حضرت صدیقؓ کے مناقبِ خاصہ میں سے ہے اگرچہ اوّلیت حقیقت میں اختلاف واقع ہو گیا ہو۔" (ازالۃ الخفاء مترجم ج ۳ ص ۳۰-۳۱)

علامہ ابن حزمؒ کا قول: علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"دس برس والے کا اسلام ایسا ہی ہے جیسے انسان کا اپنے چھوٹے بیٹے کو دین کا خوگر بنانا۔۔۔۔ علیؓ حدِ تکلیف و حدِ بلوغ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت کے چند سال بعد پہنچے جبکہ بہت سے صحابہؓ مرد و عورت اسلام لا چکے تھے۔۔۔ علیؓ کا بُت پرستی نہ کرنا ہم نے اور ہمارے ان بچوں نے جو اسلام میں پیدا ہوئے کبھی بُت پرستی نہیں کی لیکن عمارؓ و مقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ و حمزہؓ و جعفرؓ نے بُت پرستی کی۔ کیا تمہاری رائے میں ہم لوگ ان سب حضرات سے معاذ اللہ افضل ہیں۔ اس کا تو کوئی مسلم بھی قائل نہیں۔" (الملل والنحل ج ۳ ص ۱۰۸)

مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوا کہ بالفرض اگر حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ سے پہلے بھی اسلام لائے ہوں پھر بھی چونکہ اس وقت وہ بچے تھے اس لیے ان کے اسلام کو ایک بالغ مرد کے اسلام پر کسی طرح فوقیت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور بہرصورت حضرت ابوبکرؓ کا اسلام باقی سب کے اسلام پر سبقت و اوّلیت و فوقیت رکھتا ہے۔ بلکہ اگر روایات کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کی سبقتِ اسلام کی روایات زیادہ مستند اور زیادہ راجح ہیں اور زیادہ کثرت سے ثابت ہیں۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما کلمت فی الاسلام احدا	میں نے جس کسی کو دعوتِ اسلام دی
الا ابی عَلَیَّ وراجعنی الکلام	اس نے انکار کیا اور تاویل وحجت کی،
الا ابن ابی قحافہ فانی لو	سوائے ابن ابی قحافہؓ کے۔ میں نے ان
اکلمہ فی شیٔ الا قبلہ	کو جوں ہی دعوت دی انہوں نے فوراً
واستقام علیہ	قبول کرلیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔

(تاریخ الخلفاء ص۳۸ الریاض النضرہ ج ۱ ص۲۰۰،۲۰۱)

حضرت ابودرداءؓ کی روایت: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم	بے شک اللہ نے مجھے تمہاری طرف
کذبت وقال ابوبکر صدقت	مبعوث کیا۔ تم نے کہا تم جھوٹے ہو اور
وواسانی بنفسہ ومالہ	حضرت ابوبکرؓ نے کہا سچے ہو اور انہوں
(ازالۃ الخفا مترجم ج ۱ ص۳۶۱)	نے مال وجان سے میری غم خواری کی۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

ھذا کالنص انہ اول	یہ حدیث نص ہے اس بات پر کہ حضرت
من اسلم (البدایہ والنہایہ)	ابوبکرؓ ہی سب سے پہلے اسلام لائے۔

ایک اور حدیث: ابن اسحٰق نے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحصین تیمی کے ذریعہ روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ما دعوت احدا الی الاسلام	میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی
الا کانت لہ عنہ کبوۃ وتردد	اس نے تردد کیا اور غور وفکر اور مشکل سننا
ونظر الا ابا بکر ما عتم عنہ	پسند کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کی
حین ذکرتہ وما تردد فیہ	دعوت کو بلا ادنیٰ توقف و تردد قبول کیا۔

(تاریخ الخلفاء صـ۲۸)

قولِ حضرت ابوبکرؓ: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی اپنی زبان سے اوّل الاسلام ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا:

الست احق الناس بہا الست	کیا میں اس خلافت کا سب سے زیادہ
اوّل من اسلم۔	مستحق نہیں۔ کیا میں سب سے پہلے
(ازالۃ الخفا مترجم ج ۱ صـ۲۲۲)	اسلام نہیں لایا۔

قولِ حضرت عمرؓ: سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ نے ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے:

ابو بکر السَّبَّاقُ الْمُبِیْن	ابوبکر کھلم کھلا سبقت کرنے والے ہیں۔

(ازالۃ الخفا مترجم ج ۱ صـ۲۴۰)

حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی ثابت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام لانے میں سبقت کی۔

قولِ حضرت علیؓ: حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے پر کھڑے ہوکر ایک طویل خطبہ دیا۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

کنت اول القوم اسلاما	آپ تمام قوم میں سب سے پہلے اسلام
(ازالۃ الخفا مترجم ج ۱ صـ۲۶۵)	لائے۔

ابن عساکر نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

اول من اسلم من الرجال ابوبکر — مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے۔

(تاریخ الخلفاء مترجم ص۴۹)

قول حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں:

"سب سے پہلے میرے والد حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے۔" (طبقات ابن سعد ج ۳ ص۱۷۱)

قول حضرت عبداللہ بن مسعود: حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں:

اول من اظہر اسلامہ بسیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم — سب سے پہلے تلوار ہاتھ میں لے کر جس نے اپنا اسلام ظاہر کیا وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(ازالۃ الخفا مترجم ج ۱ ص۱۸۲)

قول حضرت زیدؓ بن ارقم: حضرت زیدؓ بن ارقم فرماتے ہیں:

اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق۔ — حضورؐ کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنا ثابت کرتا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے بھی ابوبکرؓ ہیں۔

قول حضرت حسانؓ بن ثابت: شاعرِ دربارِ نبوت حضرت حسانؓ بن ثابت نے حضورؐ کی موجودگی میں وہ شعر پڑھا جس میں ابوبکرؓ کے سب سے پہلے اسلام لانے کا اعلان و اظہار ہے۔ شعر یہ ہے:-

الثانی التالی المحمود مشہدہٗ — وہ ثانی ہیں متبع ہیں۔ ان کی کارگزاری عمدہ ہے

واول الناس منہم صدق الرسلا — اور لوگوں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی رسولوں کی تصدیق کی تھی۔

(ازالۃ الخفا مترجم ج ۱ ص۲۷۳)

یہ اشعار حضرت حسانؓ بن ثابت نے اس وقت سنائے جب حضورؐ نے ان سے دریافت کیا کیا تم نے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں بھی کچھ اشعار کہے ہیں اور جب حضرت حسانؓ نے یہ اشعار سنائے تو حضورؐ نے خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضورؐ کی تصدیق سب رسولوں کی تصدیق ہے۔ اس لیے حسانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق صدق الرسلا کے الفاظ استعمال کیے۔ (جاری ہے)

چار یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اختر واصفی

یارانِ مصطفیٰ تھے زمانے کے تیرِ بز دو اُن میں تھے حضورؐ کے داماد دو سسر
ہر دم رضائے حق تھا فقط مطمحِ نظر! ترجیح اس کو دیتے تھے اپنے مفاد پر
ہر ایک دوسرے کی ولا میں اسیر تھا

بوبکرؓ تھے چراغ تو مسجد عمرؓ خطابؓ محراب جو غنیؓ تھے تو منبر تھے بوترابؓ
مردود ہے کہے جو غلط تھا یہ انتخاب ان کی مثال تھی نہ کوئی اور نہ تھا جواب
جو بھی تھا جس مقام پہ تھا بے نظیر تھا

کیا تھا رسولؐ پاک کو اس کا نہ کچھ پتہ؟ ان میں سے کون اچھا ہے اور کون ہے بُرا
ان سے بجز خدا نے بھی ان کو نہ یہ کہا گستاخ! دل میں بہر خدا سوچ تو ذرا
قربت نبیؐ سے تھی جسے وہ کب حقیر تھا

اُمّت کے پیشوا تھے ابوبکرؓ اور عمرؓ حضرت علیؓ کو ان سے محبت تھی اس قدر
رکھے تھے اپنے بچوں کے نام انکے نام پر طاعت بھی دل سے کرتے رہے ان کی عمر بھر
اے مدعی! یہ اسوۂ حضرت امیرؓ تھا

اختر غرض تھے دونوں پیمبرؐ کے خاص یار ان کے قدمِ پاک پہ کرتے تھے جاں نثار
مر کر بھی جب حضورؐ سے فرقت تھی ناگوار بنتا نہ کیوں حضورؐ کے پہلو میں پھر مزار
پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ooooooooooooo

حضرت علی المرتضیٰ آخری خلیفہ راشد ہیں![1]

خطاب: امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے نہایت دردناک لہجے اور پُرسوز آواز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ملک کے مختلف حصوں میں شیعہ سُنّی فساد اور فرقہ وارانہ تنازعے کی خبروں نے مجھے بیحد نڈھال کیا ہے۔ مسلمانوں نے معمولی باتوں پر اپنے ہی بھائیوں کا خون بہایا اور اتحاد بین المسلمین کے سلسلے میں میری چالیس برس کی کوششیں برباد کر دی ہیں۔ اختلاف کی جڑ یہ بیان کی جاتی ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو پہلا خلیفہ کیوں نہیں بنایا گیا، چوتھا خلیفہ کیوں منتخب کیا؟ اور دوسرا تعزیے کا جلوس ہے۔ جہاں تک تعزیے کی بات کا سوال ہے یہ ایک رسم ہے جو رواج پکڑ گئی ہے۔ اس کے جواز کے لیے نہ تو ائمہ کرام کا کوئی قول ہے نہ سلف صالحین کا عمل اس کے ثبوت میں موجود ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ رسمیں رفتہ رفتہ دین کا حصہ بن جاتی ہیں۔ خود ہمارے سُنّی بھائیوں میں بھی کئی رسمیں ایسا رواج پکڑ گئی ہیں کہ دین کا اب حصہ سمجھی جانے لگی ہیں۔

حضراتِ محترم! میں کل سے یہاں بیٹھا ہوں، لیکن آپ نے مجھے سب سے پہلے تقریر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ کیا یہ میری بے عزتی نہیں؟"

---

[1] ضلع ملتان کے معروف قصبہ کنڈ سرگانہ میں ۲۶، ۲۷ اگست ۱۹۵۷ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے اجتماع عظیم میں خطاب

شاہ صاحب کے اس سوال پر لوگ حیران ہو گئے کہ شاہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

"مجھ سے پہلے مولانا عبدالستار صاحب نے تقریر کی وہ انصاری ہیں"۔ مولانا محمد علی جالندھری کی جانب اشارہ کرکے فرمایا۔" یہ ہمارے ناظم اعلیٰ آرائیں ہیں اور میں اہلِ بیت کا ایک فرد سیّد اور ہاشمی خاندان سے متعلق ہوں، کیا آپ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں کہ جو لوگ غیرمسلموں سے آکر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، آلِ رسول سے پہلے ان لوگوں کو وقت دیا گیا، کیا یہ آلِ رسولؐ کی توہین نہیں؟"

شاہ صاحب نے سامعین سے اس سوال کا جواب طلب کیا۔ لوگ سراپا سکوت بن کر چپ چاپ بیٹھے رہے۔

شاہ صاحب نے خود ہی سکوت توڑتے ہوئے فرمایا۔" آخر میں تقریر کرنا اور یہاں سب سے بعد میں آکر خطاب کرنا میری بے عزتی نہیں، نہ ہی اس سے میری عزت اور توقیر میں کمی واقع ہوئی ہے۔"

حضرت امیرِ شریعت نے اپنی بات کی وضاحت میں فرمایا۔" معراج کی رات کو حضور خاتم الانبیائ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں تمام انبیاء علیہم السّلام نے نماز ادا کی، حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے!....."

" یہ آخر میں مبعوث ہونا عزت وعظمت کی علامت ہے یا (معاذ اللہ) بے عزتی کی، سُن لو۔ تمام مسلمانوں کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ حضور سیدالانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس مناسبت سے چاہیئے تو یہ تھا اور میرا عقیدہ سُن لو۔ اکہ جس طرح خاندان ہاشمی پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوا ہے اسی طرح خلافتِ راشدہ کا خاتمہ بھی خاندانِ ہاشمیہ پر ہو، اہلسنت والجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ پر خلافتِ راشدہ ختم —— اس طرح حضرت سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے خاتم —— اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ خلافت کے خاتم۔ اس کے بعد سلطنت وملوکیت کا آغاز ہو گیا۔ جہاں تک بادشاہت اور ملوکیت کا سوال ہے، ان میں

کچھ اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی ...."

"میں چونکہ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں اس لیے خواہش تو ہو سکتی ہے کہ میرے آباؤ اجداد کو پہلی خلافت ملتی۔" پھر حضرت شاہ صاحب نے خواہش کی تشریح میں ایک دلچسپ بات سنائی کہ سر سید سے کسی نے دریافت کیا کہ خلافت اولیٰ کا حقدار کون ہے؟

سر سید نے جواب دیا۔ مجھے اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت کہ حقدار کون۔! اگر اُس دَور میں خود ہوتا تو خلافت کا خود دعویدار ہوتا۔!

اصل بات یہی ہے کہ خاتمِ خلافت کا اعزاز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملنا تھا وہ انہیں مل گیا۔ اگر ہم سب مسلمان اسی عقیدہ پر متفق ہوجائیں تو اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی

یہ تعزیہ داری، جلوس اور جلسے تو معمولی باتیں ہیں، یہ رسم و رواج کی باتیں ہیں۔ کوئی دین و مذہب کا حصہ نہیں۔ ہم نے معمولی باتوں کو اصل دین بنالیا ہے اور اس پر اختلاف تصادم نے سنگین صورت اختیار کرلی ہے اور اب تو خون خرابے تک نوبت آگئی ہے۔

حضرت امیر شریعت نے فرمایا۔ (باقی صفحہ ۲۶ پر)

نعرۂ تکبیر

یرموک کی لڑائی میں شکست پانے کے بعد شاہِ روم اپنے دارالسلطنت سے بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے حمص کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ کفار قلعہ بند ہوگئے اور خیال یہ کیا کہ محاصرہ کے طول سے گھبرا کر یہ خود بھاگ جائیں گے۔ علاوہ ازیں یہاں کی شدید سردی بھی ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی، اس لیے محاصرہ سے ہمیں کوئی اندیشہ نہ ہونا چاہیئے۔ مسلمانوں نے پوری ہمت اور استقامت کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا۔ پورا موسم سرما گزر گیا۔ مسلمانوں کو سردی کی شدت نے ادنیٰ درجے کی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ کافی روز گذرنے کے بعد ایک روز مسلمانوں نے باہم مشورہ کر کے قلعہ کے فتح کی یہ تدبیر سوچی کہ پوری طاقت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پہلی ہی تکبیر میں قلعہ کی دیواریں ہل گئیں۔ دوسری تکبیر میں قلعہ میں زلزلہ آگیا۔ کافروں نے یہ دیکھا تو گھبرا گئے، باہر نکلے اور بالآخر مسلمانوں سے صلح کی بات چیت کرلی۔

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

گھوٹکی (ضلع سکھر) کی

مسجد حق چار یارؓ — کا المیہ

ایس ڈی ایم نے اللہ کے گھر کو مسمار کر دیا

ہفت روزہ تکبیر میں گھوٹکی ضلع سکھر صوبہ سندھ کی تاریخی مسجد "مسجد حق چار یار" کی بے حرمتی اور اس کے خلاف سُنّی مسلمانوں کے شدید احتجاج کی تفصیلات شائع ہوئی ہیں۔ اس میں مسجد حق چار یار" کے کتبے کا فوٹو بھی شائع ہوا ہے۔ ("مسجد حق چار یار" کی بنیاد ۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی قدس سرہ نے رکھی تھی جو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پیرومرشد تھے) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق چار یارؓ کی اصطلاح کوئی نئی نہیں بلکہ اہلسنت والجماعت کے ہاں یہ اصطلاح قدیم سے چلی آتی ہے۔ چونکہ ہمارے ماہنامے کا نام بھی "حق چار یارؓ" ہے اور خدام اس عنوان پر محنت کر رہے ہیں اس لیے مناسبت سے قارئین "حق چار یارؓ" کو مسجد "حق چار یارؓ" کے موجودہ المیے کی تفصیلات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ ہم ہفت روزہ تکبیر" کراچی کے شکریہ کے ساتھ اس کے اقتباسات شائع کر رہے ہیں:۔

میرپور ماتھیلو کے بعد سکھر ضلع کی ایک اور اہم تحصیل ان دنوں احتجاج اور مطالبات کی لپیٹ میں ہے۔ اس تحصیل کو بھی ایجی ٹیشن کی راہ پر ڈالنے میں ایس ڈی ایم اور پولیس نے مرکزی کردار ادا کیا ہے مگر فرق یہ ہے کہ یہاں ہندو نوازی اور قوم پرستی کی بنیاد پر نشانۂ ستم غیر سندھی آبادی نہیں بنی بلکہ ایک قدیم مسجد بنی ہے اور احتجاج کرنے والوں میں نمایاں افراد جمعیۃ علماء اسلام کے حامی اور عام مسلمان ہیں۔

ڈسٹرکٹ بنگلو گھوٹکی کے احاطے میں "مسجد حق چار یار" ۱۹۱۵ء میں قائم کی گئی تھی اور اس کی بنیاد مولانا تاج محمود امروٹیؒ نے رکھی تھی۔ مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی زمانۂ قدیم سے جاری ہے اور باقاعدگی سے نماز ہوتی ہے۔ مسجد کے منتظمین کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے دھوپ کی

قارئین "حق چار یارؓ" کو اسلامی سالِ نو

مبارک

(ادارہ)

شدّت سے بچنے کے لیے ایک سائبان تعمیر کیا اور ڈسٹرکٹ بنگلو کے احاطے کی دیوار پر سائبان کی چھت رکھ دی۔ یہ کوئی ایسی قابلِ اعتراض بات نہ تھی اور نہ اس معمولی سی تعمیر و توسیع سے کسی کو نقصان تھا مگر ایس ڈی ایم اورنگ زیب نے جو اپنے ملحدانہ خیالات اور مساجد کے سلسلے میں اس طرح کی وارداتوں کے لیے مشہور ہے ۱۱ مئی کو دن کے ۱۲ بجے اچانک دھاوا بول کر مسجد کا متذکرہ حصہ منہدم کر دیا۔ پنکھے، دریاں، لاؤڈ سپیکر اور دارالقرآن کا سامان ضبط کر لیا اور منتظمین کو سخت بُرا بھلا کہا۔ مسجد کے توسیع شدہ حصے کے ساتھ اس کے وضو خانے کا سائبان بھی شہید ہو گیا۔

دن دہاڑے مسلمان مملکت میں مسجد کے ساتھ انتظامیہ کی اس کارروائی پر جمعیۃ علماءِ اسلام کے ورکرز نے ایف آئی آر درج کرانے کی کوشش کی اور وہ ایس ڈی ایم کے خلاف فریاد دے کر تھانے گئے تو تھانیدار نے ان سے لکھ کر رپورٹ مانگی۔ بعد ازاں تحریری رپورٹ وصول تو کر لی گئی مگر ایف آئی آر نہیں کاٹی گئی۔ ۱۲ مئی کو ڈی ایس پی گھوملکی نے فون کیا کہ ہم سے تھانے آکر بات کریں۔ مگر ابھی جمعیۃ علماءِ اسلام کے لیڈروں اور کارکنوں کی ملاقات ڈی ایس پی سے نہیں ہوئی تھی کہ ایس ڈی ایم نے احتجاج کرنے والے سرکردہ افراد کے گھروں پہ چھاپے لگوا دیے اور کئی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب ڈی ایس پی سے ملاقات کے لیے وفد مقررہ وقت پر تھانے پہنچا تو بہت سے دوسرے افراد باہر جمع ہو گئے تھے اور فضا میں اشتعال موجود تھا۔ پولیس نے ملاقاتیوں اور جمع ہونے والے عوام کا استقبال لاٹھی چارج سے کیا۔ چنانچہ لوگ بالکل اکھڑ گئے۔ انہوں نے تھانے کی دیوار گرا دی اور پولیس والوں پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ پولیس نے آنسو گیس اور ہوائی فائرنگ کی لیکن مسجد کی حرمت کی خاطر احتجاج کرنے والوں کا جوش و خروش بڑھتا گیا۔ مظاہرین نے

گستاخ ایس ڈی ایم کو طمانچوں، مکوں اور تھپڑوں سے دل کھول کر سزا دی۔ پولیس نے ایس ڈی ایم اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے کم و بیش نوّے (۹۰) افراد کو حراست میں لیا جن میں سے ۱۴ کے نام ظاہر کیے گئے ہیں۔ ان میں مسجد کے پیش امام قاری احسان بھی شامل ہیں۔ تقریباً دو درجن افراد زخمی ہوئے ہیں۔ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں، جو تقریباً ایک سو سال پرانا تاریخی مدرسہ ہے، میری جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی کمیٹی کے ممبر سید اصغر گیلانی اور گھوٹکی کے امیر مفتی عبدالحق سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے مسجد کی بلاجواز بے حرمتی، بعد ازاں پولیس کی اشتعال انگیزی اور اس کے بعد احتجاج کرنے والوں پر ظلم و تشدد کی داستان سنائی۔ انہوں نے بتایا کہ جب تک ایس ڈی ایم کو معطل نہیں کیا جاتا، "مسجد حق چار یار رضؓ" کی حیثیت بحال نہیں کی جاتی اور ضبط شدہ سامان واپس نہیں کیا جاتا اور درج شدہ جھوٹے مقدمات واپس لے کر گرفتار شدہ بے گناہ افراد کو رہا نہیں کیا جاتا ہماری تحریک جاری رہے گی اور ہم کسی سے مذاکرات نہیں کریں گے۔ مسجد کی بے حرمتی کے خلاف اٹھنے والی اس تحریک میں مولانا عبدالکریم بیر شریف بھی شریک ہو چکے ہیں اور گھوٹکی میں جمعہ ۱۹ مئی کو ان کی زیر قیادت احتجاجی مظاہرے اور جلسۂ عام کا اعلان کیا گیا تھا۔ احتجاجی مظاہرے اور جلسے میں جو شدید رکاوٹوں اور پہروں کے باوجود ہوا، فیصلہ کیا گیا ہے کہ ۲۲ مئی سے گرفتاریاں پیش کی جائیں گی۔

دیکھنا یہ ہے کہ میرپور ماتھیلو کے بعد گھوٹکی سے سکھر کی ضلعی انتظامیہ کس طرح نپٹتی ہے۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی یکم جون ۱۹۸۹ء)

ملفوظات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مرتب: محترم ماسٹر منظور حسین صاحب ساہیوال (سرگودھا)

چار یاری داروغہ

ملفوظ ۱۸۶ فرمایا کہ پہلے زمانہ میں پکے لوگ ہوتے تھے بادشاہوں کے دربار میں بھی معمولی معمولی لوگ حق بات کہنے سے نہیں رکتے تھے۔ واجد علی شاہ (شیعہ) کے زمانہ میں علی نقی وزیر اعظم تھا۔ بڑا ہی متعصب شخص تھا۔ اسی زمانہ میں شاہی مطبخ کے ایک داروغہ تھے سُنّی۔ اُن کی مُہر ہو کر واجد علی شاہ کے دسترخوان پر کھانا آتا تھا۔ ان داروغہ نے اپنی مہر پر اپنے نام کے ساتھ چار یاری بھی کندہ کرا رکھا تھا۔ ایک روز علی نقی نے براہِ شرارت اُن داروغہ سے کہا کہ خان صاحب آپ کی مُہر پر جو آپ کے نام کے ساتھ چار یاری کندہ ہے، کیا آپ کی بیوی بھی چار یاری ہیں؟

کہا کہ جی ہاں وہ بھی چار یاری ہیں مگر آپ کی بیگم سے ایک یار کم، اِس لیے کہ وہ پنجتنی ہے۔ واجد علی شاہ بھی سُن رہے تھے۔ وزیر پر خفا ہوئے کہ اور چھیڑ اپنے بہنوئی کو۔ میں نے تم کو بارہا منع کیا ہے کہ ان لوگوں کو مت چھیڑا کرو مگر تم باز نہیں آتے۔ اب جواب کیوں نہیں دیتے خاموش کیوں ہو؟ (ملفوظات حضرت تھانویؒ حصہ ششم ص۱۴۵ بحوالہ ماہنامہ "المبلغ" شمارہ ۴ جلد ۱۲)

پہلے زمانہ میں لوگوں کا ایمان قوی تھا

واجد علی شاہ سواری پر چلے جا رہے تھے ایک سنّی خدمت گار ساتھ تھے۔ ایک قبرستان پر گذر ہوا۔ ٹوٹی پھوٹی قبریں تھیں۔ ایک قبر پر کتّا ٹانگ اُٹھائے پیشاب کر رہا تھا۔ واجد علی شاہ قرائن سے سمجھے کہ ایسے قبرستان سنّیوں ہی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ شیعوں کے قبرستان تو پر تکلف ہوتے تھے اس لیے کہ حکومت تھی اور یہ لوگ اکثر روپیہ والے بھی ہوتے ہیں۔ واجد علی شاہ

نے اُن سُنّی سے کہا کہ یہ قبر کسی سُنّی کی معلوم ہوتی ہے۔ اُن سُنّی نے جواب دیا کہ جی حضور صحیح ہے بجا فرمایا۔ جب ہی تو رافضی کُتّا اس پر پیشاب کر رہا ہے۔

کیا ٹھکانا ہے اس دلیری کا۔ بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کی۔ فوراً ترکی بترکی جواب دیا۔ آج کل تو مصلحت پرستی ہی میں رہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حکایات ہیں جو ملازمت بھی انہیں کے ہاں کرتے تھے اور ملازمت بھی ادنیٰ درجہ کی۔ اب تو کوئی برابر والے کے سامنے بھی ایسی بات نہیں کر سکتا۔ اُن لوگوں کے ایمان قوی تھے۔

(ملفوظات حضرت تھانویؒ حصہ ششم ص ۱۴۵ بحوالہ ماہنامہ البلاغ ۴ جلد ۱۲)

اعتقاد میں اختلاف ہو تو اتفاق ممکن ہی نہیں

ہر معاملہ میں اتفاق ممکن نہیں ہُوا کرتا۔ اگر حاکم بھی ایسا ہی کرے کہ دونوں فریق کی ملامت کرنے لگے تو کیسے ہو مگر دنیاوی معاملات میں یہ نو تعلیم یافتہ بھی اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتے اور ہمیشہ ایک فریق کا جو حق پر معلوم ہو ساتھ دیا کرتے ہیں۔ پھر دین کے بارے میں یہ قاعدہ کیوں نہیں برتا جاتا۔ اس سے ایک راز معلوم ہُوا کہ ان لوگوں کے دلوں میں دین کی وقعت و عظمت کوئی چیز نہیں، اس لیے اس کی کچھ فکر بھی نہیں۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر حاکم کی برابر بھی ان کے نزدیک مذہب کی ضرورت ہوتی تو یہ ہمیشہ صاحبِ حق کی مدد کرتے۔ یہ کیا کہ زید کو بھی ملامت عمرو کو بھی۔ اس کو اتفاق کی ترغیب اس کو بھی۔ آخر کس بات میں دونوں متفق ہوں، کس بات کو قبول کریں؟ اگر کوئی ایسی بات ہو جس میں اتفاق ہو سکے تو خیر۔

جب اعتقاد کا اختلاف ہے کہ ایک فریق حضرت علیؓ کو نبی سمجھتا ہے اور دوسرا فریق ایسا نہیں سمجھتا۔ ایک فریق ابو حنیفہؒ کو فقیہہ سمجھتا۔ دوسرا ان کو مخالف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتا ہے، تو اب بتاؤ اتفاق کی کیا صورت ہے؟ دونوں کے عقائد میں تضاد ہے۔ اب سوا اس کے کہ ایک فریق اپنا عقیدہ بدلے کوئی صورت اتفاق کی نہیں۔ اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہ کر اتفاق ہرگز متصور نہیں۔ البتہ اگر مذہب و عقیدہ کوئی ضروری چیز نہ ہو تو پھر واقعی ہو سکتا ہے مگر اس کو بجز ان نو تعلیم یافتہ حضرات کے کوئی عاقل بھی قبول نہیں کر سکتا اور زبان سے تو یہ بھی تسلیم نہیں کر سکتے اگرچہ دل میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ دوسرے اس طریقے پر دنیاوی

امور میں بھی عمل نہیں ہو سکتا مثلاً

ایک شخص نے مجلس میں ایک بات نکالی تو اس میں بھی دو چار اختلاف کرنے والے ہو جائیں گے۔ اب اگر دونوں فریق کو ملامت کی جائے اور اتفاق کی ترغیب دی جائے تو سو قیامتیں آجائیں گی مگر اتفاق ناممکن ہوگا پس آپکا طریقہ تو ایسا ناتمام ہے کہ نہ دین میں کارآمد نہ دُنیا میں۔

اب میں بتلاتا ہوں کہ اتفاق کیونکر ہو۔ پہلے آپ خود تحقیق کیجئے کہ صورتِ معاملہ کیا ہے پھر جو حق بجانب ہو اس کا ساتھ دیجئے اور دوسرے کو ملامت کیجئے اور پہلے کا تابع بنائیے۔ یہ جو دونوں کو ملامت کی جاتی ہے سخت غلطی ہے اور اس زمانہ کے نوجوانوں کو یہ دھوکہ ہُوا ہے کہ وہ اتفاق کو محمود اور اختلاف کو مذموم سمجھ کر علماء کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپس میں اتفاق کرلو۔ پس ان کی اتنی بات تو قابلِ تسلیم ہے کہ واقعی نزاع اور اختلاف بُری چیز ہے۔ اس کو زائل کرنے کا جو طریقہ تبلایا جاتا ہے کہ دونوں کو ملامت کرکے اتفاق کی دونوں کو ترغیب دی جاتی ہے یہ بالکل سراسر عقل اور فطرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ صاحبِ باطل کچھ صاحبِ حق کا اتباع کرے اور صاحبِ حق کچھ صاحبِ باطل کا اتباع کرے کہ پہلے ایک فریق خالص حق پر تھا تو اب وہ بھی باطل کا پیرو ہو جائے، اس کو فطرت انسانیہ کبھی نہیں تسلیم کر سکتی۔ عجب بات ہے کہ یہ لوگ خلافِ فطرت کی تعلیم کو ہمیشہ ناقابلِ اشاعت سمجھتے ہیں اور سب سے زیادہ مدعی فطرت ہیں مگر دین میں نہ معلوم وہ فطرت کیا ہو جاتی ہے جو خود خلافِ فطرت کی تعلیم دیتے ہیں۔

(وعظ وحدت الحب ص۱۲-۱۳)

بقیہ: خطاب حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

میری آخری بات سُن لو۔ حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوّت و رسالت نہیں حضرت علیؓ کے بعد کوئی خلافت نہیں۔ اور پھر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ اس جلسہ میں میری تقریر کے بعد کوئی تقریر نہیں۔ کیوں بھائی! خاتم کا معنی سمجھ آ گیا۔

ماخوذ۔ خطبات امیر شریعتؒ ص۲۰۲ تا ص۲۰۴ مرتّب علامہ مجاہد الحسینی

ادارہ صوت الاسلام ۶۵۔ بی پیپلز کالونی، فیصل آباد

منقبت

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ

سرور میواتی

وہ عظیم الشان امیر المومنین حضرت عمرؓ — قیصر و کسریٰ کی جس نے توڑ کر رکھ دی کمر
دن میں سر انجام دیتے تھے امورِ مملکت — رات اُمّت کی نگہبانی میں کرتے تھے بسر
فاتحِ ایران و آذربائیجان و مصر و شام — کانپتے تھے جس کی ہیبت سے پہاڑوں کے جگر
جس کے حُسنِ انتظام و عزم و استقلال نے — کر دیا کفار کا نظم و نسق زیر و زبر
میرِ لشکر ساریہ کو آ گئے نرغے میں جب — دی ہدایت اَلْجَبَلْ کہہ کر کئی سو میل پر
جب منافق نے نہ مانا فیصلہ سرکارؐ کا — آپ نے اُس کا اُڑا کر رکھ دیا فی الفور سر
فرطِ غم سے سرورِ کونینؐ کی رحلت کے وقت — آپ کو بالکل نہ تھی کچھ اپنے آپے کی خبر
ہو گیا فی الفور جاری مصر میں دریائے نیل — اپنے اندر آپ کا تہدید نامہ دیکھ کر
اِک شترِ بہرِ سواری اِک معیت میں غلام — یوں کیا تھا آپ نے بیت المقدس کا سفر
آپ کی آمد کا منظر دیکھنے کے واسطے — ہر طرف انسان ہی انسان آتے تھے نظر
آپ جب پہنچے فصیلِ شہر کے بالکل قریب — ششدر و حیراں نصاریٰ رہ گئے یہ دیکھ کر
آپ پیدل چل رہے تھے اُونٹ کی تھامے نکیل — اور خادم آپؓ کا بیٹھا ہُوا تھا اُونٹ پر
عدل و انصاف و اخوّت کا یہ منظر دیکھ کر — آ گرے قدموں میں سب بیت المقدس کے نفر
قلعۂ بیت المقدس کی تھیں جتنی چابیاں — پیش کر دیں آپ کی خدمت میں بے خوف و خطر
مختصر قصہ کہ ایامِ عمر فاروقؓ میں — شیر اور بکری پیا کرتے تھے آب اِک گھاٹ پر

خوبیوں کا آپ کی سرور احاطہ ہے محال
سینکڑوں اوصاف کے تھے مالک و حامل عمرؓ

بلا تبصرہ

ایران کے انقلابی رہنما خمینی کا

خطبۂ محرم

ماخوذ از ہفت روزہ "شیعہ" لاہور یکم تا ۸ جنوری ۱۹۹۰ء

ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے جو خطبہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ خمینی نے ارشاد فرمایا ، درج ہے صدائے جمہوری اسلامی ایران نے نشر کیا اس کا ترجمہ قارئین ہفت روزہ "شیعہ" لاہور کی نذر کرتے ہیں

ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ باوجود اینکہ ہم تھوڑے تھے اور ہم ہمیشہ ظلم کی چکی میں پستے رہے ہم ایک قوم کی حیثیت سے زندہ ہیں اس کا راز کیا ہے؟

اس زمانے میں جب کہ شیعہ بہت ہی اقلیت میں تھے اب بحمد اللہ ہماری تعداد کافی بڑھ گئی ہے مگر دوسروں کے مقابے میں ہماری تعداد زیادہ نہیں ہے ۔ اس مذہب کی بقاء کا راز کیا ہے ؟ ہمیں اس راز کی حفاظت کرنا چاہیئے ۔

ہماری بقا کا سب سے اہم راز سید الشہداء کی قربانی ہے ۔

سید الشہداء سلام اللہ علیہ نے ہمارے اس مذہب کا بیمہ کیا اور اس کی حفاظت فرمائی ۔

ہمیں اس تحریک کی حفاظت کرنا ہوگی جس نے طاغوتی طاقتوں کو شکست دے دی ۔

اگر ہم اپنی مملکت کو مستقل اور آزاد رکھنا چاہتے ہیں تو اس راز کی حفاظت ہونی چاہیئے ۔

طول تاریخ میں جو مجالس برپا ہوا کرتی تھیں اور جن مجالس کو برپا رکھنے کے لیے ہمارے آئمہ علیہ السلام اہمیت دیتے تھے ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ ان مجالس کا مقصد صرف گریہ کرنا تھا ۔ اب ہمیں گریہ کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہوگی ۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے چند لوگوں کو اجرت دے کر دس سال منیٰ میں گریہ کرنے کی وصیت فرمائی ۔

سوچنے کا مقام ہے کہ اس میں کیا راز ہے ؟ کیا حضرت امام باقر علیہ السلام گریہ کے

محتاج تھے؟ اور گریہ سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے، اور پھر یہ گریہ منیٰ میں کیوں؟ وہ بھی ایامِ حج میں۔

ظاہر ہے کہ یہ وہی بنیادی، سیاسی، انسانی اور نفسیاتی راز ہے کہ دس سال وہاں گریہ کیا کریں کہ لوگ پوچھیں کہ کیا ہوا، اور یہ گریہ کیوں ہو رہا ہے؟

تاکہ لوگوں کو اس مکتبِ فکر کی طرف متوجہ کیا جائے اور ہماری مجالس و مساجد کو بھی ختم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ یہی مجالس و مساجد ہیں جس سے ہم مربوط ہیں۔ اگر کوئی حکومت اس قسم کا باہمی ارتباط قائم کرنا چاہے اور اس مقصد کے لیے وہ اربوں روپے خرچ کر ڈالے تو بھی ان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اس قسم کی ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

ہمیں سید الشہداء نے اس طرح باہم مربوط کر دیا ہے تو کیا ہم سید الشہداء پر گریہ نہ کریں۔

یہی گریہ ہے جس نے ہماری حفاظت کی ہے۔

ہمارے جوانوں کو چاہیے کہ ان لوگوں کے فریب میں نہ آئیں جو اس طاقت کو ہم سے چھیننا چاہتے ہیں۔

یہی مجالس و گریہ ہے کہ جس نے ہماری مملکت کی حفاظت کی ہے۔

علماء کا وظیفہ ہے کہ وہ مصائب امام حسین علیہ السلام بیان کریں۔

اور عوام کا وظیفہ ہے کہ وہ اپنے باعظمت ہاتھوں سے سینہ زنی کریں۔ یہ ہاتھ جس سے سینہ زنی ہوتی ہے باعظمت ہاتھ ہیں، البتہ شرعی حدود کی پابندی ہونی چاہیے، مگر عوام اپنا ہاتھ بند نہ رکھیں ان ہاتھوں سے سینہ زنی کریں۔

اور اپنے اجتماعات کو برقرار رکھیں۔ انہیں اجتماعات کی بدولت آج ہم صفحۂ ہستی پر موجود ہیں۔

دشمن ہمارے جوانوں کو یہ فریب دیتے ہیں کہ گریہ کا مقصد کیا ہوتا ہے۔

اگر ہم ابد تک سید الشہداء پر گریہ کرتے رہیں تو بھی سید الشہداء کے لیے اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ فائدہ خود ہمارے لیے ہے۔

اُخروی فوائد تو ہیں ہی، یہی دنیوی فوائد دیکھیں اور نفسیاتی فوائد دیکھیں کہ یہ مجالس کس طرح دلوں کو باہم مربوط کرتی ہیں۔

ہمیں اس قلعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے اور جو چاہتے ہیں کہ ہم سے یہ مضبوط

تعمد چھین لیا جائے ان میں صالح افراد نے دشمنوں کا فریب کھایا ہے اور اس کے پیچھے ایک پراسرار سازشی ہاتھ ہے جو ہماری قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے اور ہمیں بیدار رہنا چاہیئے۔

اور میری گذارش یہ ہے کہ آج ہم ایک پُر سازش کے مقابل میں کھڑے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ ہماری مملکت کو غارت کرے۔

اور ہم ایسے جاسوسوں کا مقابلہ کر رہے ہیں جس سے نہ صرف ہم بلکہ تمام مسلمان دوچار ہیں۔ ان حالات میں ہم بیدار رہیں۔ لکھنے والے، پڑھنے والے سب اس مطلب کی طرف توجہ دیں اور اپنی اس مملکت کی پاسداری کریں۔ دشمن اس مملکت کو نابود کرنے کے درپے ہے، پاسداری اس صورت میں ممکن ہے کہ آپ متحد رہیں اور وہ طبقہ جس کو آپ نچلے درجے کے لوگ کہتے ہیں اور میرے نزدیک یہ لوگ اونچے درجے کے ہیں۔ دیکھیں یہ لوگ کس طرح باہم ہم آہنگی رکھتے ہیں۔

میں اسی طبقے کے لوگوں کا ممنون ہوں جو پچھلے سال آج کے دن اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔ میں اسی طبقہ کا ممنون احسان ہوں، میں ان کا ہاتھ چومتا ہوں جو کل اللہ اکبر کہہ رہے تھے اور کل مارچ کریں گے اور ظالم کو نیست و نابود اور مظلوم کو تقویت پہنچائی جائے۔

کربلا میں ہم نے جوانوں کی قربانی دی ہے اس قربانی کی حفاظت کرو۔

شاید یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک گریہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہمارا یہ گریہ سیاسی اجتماعی اور نفسیاتی مسئلہ ہے اور اگر خود گریہ مقصود بالذات ہے تو پھر (تباکی) رونے کی صورت بنانے کا کیا مقصد ہوتا ہے اور آئمہ ہمارے اس گریہ کے محتاج بھی نہیں ہیں کہ آئمہ علیہم السلام نے اس قدر تاکید فرمائی کہ اجتماعات منعقد ہوں اور گریہ ہو۔

یہ صرف اس لیے ہے کہ یہ گریہ اور یہ اجتماعات ہمارے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں۔

عاشورہ کے دن جو ہمارے جلوس نکلتے ہیں ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ اس کو ہم لانگ مارچ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ جلوس مارچ ہیں جو سیاسی تقاضوں کے مطابق ہیں۔

یہ شعائر سابقہ روایات کی طرح بلکہ اس طرح سے بہتر طریقے پر منائیں، وہی سینہ زنی، وہی نوحے وہی گریہ ہوں اور یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔ ملک کے طول و عرض میں مجالس قائم ہونی چاہیئں۔ سب مل کر مجلس میں بیٹھیں اور سب مل کر گریہ کریں۔

اس سے بہتر ہم آہنگی کیا ہوسکتی ہے ۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ کسی مذہب میں اس جیسی ہم آہنگی پائی جاتی ہو؟ کیا آپ نے سوچا ہے کہ کس نے ان کو ہم آہنگ کر دیا ہے؟ ظاہر ہے کہ سید الشہداء نے ہم کو اس طرح آپس میں ہم آہنگ کر دیا ہے ۔

تمام اسلامی ممالک میں عاشورہ اور تاسوعا کو جس عظمت کے ساتھ جلوس نکلتے ہیں (البتہ شرعی پہلو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے ۔ اس پر سوچیئے کہ کون قدرت رکھتا ہے کہ ایسے پُرعظمت جلوس نکلوائے اور اجتماعات کرائے ۔ آپ نے دنیا کی کسی قوم میں ایسی اجتماعی ہم آہنگی دیکھی ہے؟ پاکستان، ہندوستان، انڈونیشیا، عراق، افغانستان جہاں کہیں یہ قوم بستی ہے اس میں یہی ہم آہنگی موجود ہے اور کس نے ان کو باہم مربوط کیا ہے ۔

آپ اس ارتباط کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور آپ گمراہ کن افکار پر کان نہ دھریں ۔ یہ لوگ ہمارے پاک دل سیدھے جوانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور یہی زہر افشانی تھی جس نے اس سے پہلے ہمارے نوجوانوں کو اپنے علماء سے دُور کر دیا اور اس کا فائدہ ان لوگوں کو ملا جو ہمارا تیل غارت کرتے ہیں اور وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہم میں یہ ہم آہنگی نہ رہے ۔ اور جب ہم باہم مربوط نہ ہوں گے اور ہم منتشر ہوں گے تو اس وقت دوسروں کے لیے راہ ہموار ہو جائے گی اور پھر وہ اپنی خواہش کے مطابق ہمارے خلاف قدم اٹھا سکتے ہیں ۔

یہاں کچھ لوگوں کے بارے میں میں نے سُنا ہے کہ وہ مصائب پڑھنے کے مخالف ہیں ۔ یہ لوگ اس مطلب سے غافل ہیں کہ آج جو لوگ مصائب امام حسینؑ کے مخالف ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو کل علماء کے مخالف تھے ۔ طلباء اور کسان کے مخالف تھے ۔

سیّد الشہداء کی مصیبت کے بارے میں جو ہم آہنگی ہم میں پائی جاتی ہے یہ دنیا میں سب سے بڑی سیاسی طاقت ہے اور دنیا میں نہایت ہی اہم ترین نفسیاتی قوّت ہے ۔ اس سے تمام مومنین کے قلوب باہم مربوط ہو جاتے ہیں ۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنا چاہیئے اور ہمارے نوجوانوں کو اس نکتے کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے ۔

ہمارے نوجوان اس بات کو سمجھیں کہ یہاں کوئی ہاتھ ہے جو ہماری اہم شخصیتوں کو ایک ایک کر کے ختم کر رہا ہے ۔

مناقبِ حسنینؓ

سرور میواتی

نورِ چشمِ فاطمہؓ، ابن علیؓ حضرت حسنؓ
ارمغانِ رحمت و فضلِ خدائے ذوالمنن

ہم شبیہ مصطفےؐ، میرِ جوانانِ بہشت
زینتِ فردوس و شاہِ پاکبازان بہشت

منبعِ جُود و کرم، آئینہ صدق و صفا
صُلح فطرت، صُلح جو، صالح فطین و باحیا

قُرۃ العینِ شہِ کونینؐ و ابرِ عافیت
مرجعِ حلم و متانت، پیکرِ انسانیت

جنگ کے شعلوں سے امّت کو بچانے کے لیے
بے تأمل دستبردارِ خلافت ہو گئے

ابنِ حیدرؓ کُشتۂ تیغِ ستم حضرت حسینؓ
فاطمہؓ بنتِ محمد مصطفےؐ کے نورِ عین

سیّدِ بزمِ شہیداں جسم و جانِ اتّقا
پیکرِ صدق و صفا سبطِ محمّد مصطفےؐ

قلزمِ رنج و بلا میں ڈال کر پائے سمند
پرچمِ حقّ و صداقت کر دیا تو نے بلند

دامنِ صحرا شہیدوں کے لہو سے بھر دیا
خانداں سارا کٹا کر دین زندہ کر دیا

صرصرِ بادِ مخالف کے مقابل ڈٹ گیا
کاٹ کر صدہا کمینے خود بھی حق پر کٹ گیا

رہبرِ راہِ صداقت عزم و ہمّت کی چٹان
کر دیا قربان حق پر تو نے سارا خانداں

ثبت ہے لوحِ جبینِ خلد پر عظمت تری
مشعلِ راہِ ہدایت بن گئی جرأت تری

دے گئے کُوفی دغا تجھ کو کڑی افتاد میں
شمرِ ذی الجوشن، سے ظالم بڑھ گئے بیداد میں

روتے ہیں ہر سال اب اس کی تلافی کے لیے
پیٹتے ہیں چھاتیاں ننگی، معافی کے لیے

حشر تک اِن پر مسلط یہ بلا کر دی گئی
رد ہمیشہ کے لیے اِن کی دُعا کر دی گئی

پاکستان میں
عورت کی سربراہی ـ عذابِ الٰہی

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے مقررہ پروگرام کے مطابق ۱۶ اور ۱۹ نومبر کو پاکستان میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے جس کے نتیجہ میں سینٹ کے سابق چیئرمین، پاکستان کے صدر اور پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن بے نظیر بھٹو وزیر اعظم بنی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ پارٹی بازی سے بالاتر ہو کر اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں کسی عورت کا وزیر اعظم بننا اس پاکستان کی تاریخ میں ایک بدنما دھبہ ہے جو لاکھوں کی قربانی دے کر محض اس لیے قائم کیا تھا کہ یہاں اسلام کی حکمرانی ہو گی۔ پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ اِس مسئلہ پر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ دینی رسائل اور ماہناموں میں اس مسئلہ پر علماء نے کتاب و سنت کے روشن دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کسی عورت کا برسرِ اقتدار رہنا شرعاً ناجائز ہے۔ بیّنات، الخیر، الحق، البلاغ، ترجمان اسلام، خدّام الدین لاہور وغیرہ میں مدلّل مضامین شائع ہو چکے ہیں جو متلاشیانِ حق کے لیے کافی ہیں خصوصاً بیّنات (کراچی) میں حضرت مولانا محمّد یوسف صاحب لدھیانوی نے اس مسئلہ پر مفصل تبصرہ لکھا ہے۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ دراصل پاکستان میں عملاً جو جمہوری سیاست کا دَور چل رہا ہے اس میں غیر اسلامی جمہوریت کے اصول غالب ہیں۔ پھر عموماً سیاسی پارٹیوں کا مطمع نظر حصولِ اقتدار ہے خواہ وہ کسی طریق سے حاصل ہو سکے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ ۔ ممکن ہے بعض افراد اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اسلام کا اصل سرچشمہ قرآن مجید ہے جس میں مرد و عورت کے کام کے دائرے جُدا جُدا مقرر کیے گئے ہیں، چنانچہ قرآن میں عورتوں کے لیے پردے کے احکام مستقل طور پر بیان کیے گئے ہیں جس میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کو (جن کو قرآن میں امہات المؤمنین فرمایا گیا ہے یعنی مؤمنین کی

مائیں) خصوصیت سے حکم دیا گیا ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

"تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔"

(ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

۲۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (الاحزاب آیت ۵۳)

"جب تم ان (امہات المومنین) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں) سے مانگا کرو۔ یہ بات (ہمیشہ کے لیے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔"

(ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

ان دونوں آیتوں سے پردہ شرعی کے احکام واضح ہیں صحابہ کرام اپنی مؤمنہ ماؤں کے سامنے بھی نہ ہوں اور کوئی چیز لینی ہو تو بس پردہ میں ان سے مانگیں۔" اور پہلی آیت میں ازواج مطہرات کو اپنے گھروں میں ٹھہرنے کا حکم دے دیا تو فرمائیے بے نظیر بحیثیت وزیر اعظم ہو یا کوئی اور خاتون جب ٹیلی ویژن پر ان کو سب لوگ (کافر ہوں یا مسلمان) دیکھتے ہیں اور وہ بلا حجاب ہزاروں کے مجمع میں جا کر تقریر کرتی ہے، مردوں اور صحافیوں کے بیچ میں گھری ہوتی ہے تو کیا یہ قرآنی احکام کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے۔ عورت کی اس نازک پوزیشن ہی کی وجہ سے عورت نماز کے لیے اذان بھی نہیں کہہ سکتی۔ مردوں کو نماز بھی نہیں پڑھا سکتی۔ نماز جمعہ اور نماز باجماعت بھی اس پر ضروری نہیں اور نہ ہی عیدین کی نماز اس پر واجب ہے، تو جس اسلام کے مسلمان عورت کے لیے یہ احکام ہیں وہ اسلام اس کو مروجہ بے حیائی کے مظاہروں کی کیونکر اجازت دیتا ہے۔ جب عورت امامتِ صغریٰ یعنی امامت نماز کی اہل نہیں تو امامتِ کبریٰ (حکومت) کی کیونکر اہل قرار دی جا سکتی ہے۔ حکومتِ اسلامیہ کے لیے مرد مسلمان ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (سورۃ النساء آیت ۳۴)

" مرد حاکم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے۔ ایک تو) اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو

(یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت دی ہے (یہ تو وہبی امر ہے) اور (دوسرے) اس سبب سے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے مال (مہر میں اور اپنے نان ونفقہ میں) خرچ کئے ہیں (اور یہ امر مکتسب ہے) (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بانی دارالعلوم کراچی (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ فرما کر یہ تبلا دیا گیا کہ اگرچہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم وواجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں اور قرآن کریم کی دوسری آیات میں یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ یہ حکومت جو مردوں کی عورتوں پر ہے محض آمریت اور استبداد کی حکومت نہیں بلکہ حاکم یعنی مرد بھی قانون شرع اور مشورہ کا پابند ہے۔ محض اپنی طبیعت کے تقاضا سے کوئی کام نہیں کرسکتا۔ (تفسیر معارف القرآن جلد دوم)

علاوہ ازیں بخاری کی اس مشہور حدیث سے بھی عورت کی حکومت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل فارس ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم ولّوا امرهم امرأةً (مشکوۃ شریف۔ کتاب الامارۃ والقضاء)۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنایا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنا امر حکومت کسی عورت کے سپرد کیا)۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم شد کہ زن قابل ولایت وامارت نیست" (اشعۃ اللمعات جلد ثالث)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت ولایت اور امارت (یعنی حکمرانی) کے قابل نہیں ہے۔"

علامہ علی قاری محدث حنفیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

فی شرح السنة لا تصلح المراة ان تكون اماما ولا قاضيا لانهما محتاجان

الی الخروج للقیام بامور المسلمین والمرأۃ عورۃ لا تصلح لذلک الخ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۷) : شرح السنۃ میں ہے کہ عورت امام (یعنی حکمران) اور قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ ان دونوں کاموں میں مسلمانوں کے امور کے انتظام کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور عورت ان کاموں کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ عورت ہے جس کا اپنے آپ کو (دوسروں سے) چھپانا ضروری ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

سورۃ النمل میں بلقیس کی بادشاہت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ :-

ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے۔ پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے۔ اوّل تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے حجت نہیں۔"

(تفسیر بیان القرآن جلد ثالث)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی آیات کی تفسیر میں حدیث بخاری لن یفلح قوم پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اسی لیے علمائے اُمت اس پر متفق ہیں کہ کسی عورت کو امامت وخلافت یا سلطنت و حکومت سپرد نہیں کی جا سکتی بلکہ نماز کی امامت کی طرح امامت کبریٰ بھی صرف مردوں کو سزاوار ہے۔ رہا بلقیس کا ملکۂ سبا ہونا تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے خود نکاح کیا اور پھر اس کو حکومت وسلطنت پر برقرار رکھا اور یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں جس پر احکام شرعیہ میں اعتماد کیا جا سکے۔" (معارف القرآن جلد ششم)

دَورِ رسالت وخلافت

بعض لوگ حدیث مذکور کے تحت یہ تاویل کرتے ہیں (اور بعض شیعہ علماء نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ "حدیث سے عورت کے سربراہ مملکت بنانے کی ممانعت ہے اور پاکستان میں صدر مملکت غلام اسحٰق خان ہیں نہ کہ بے نظیر۔ وہ تو وزیراعظم ہے"۔ لیکن یہ تاویل باطل ہے کیونکہ :-

۱۔ بے نظیر جمہوری اصول کے تحت وزیر اعظم ہے اور موجودہ جمہوریت میں حکومت وزیر اعظم کی ہوتی ہے نہ کہ صدر مملکت کی۔

۲۔ آیات واحادیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ عورت کے لیے ملک کی حکمرانی جائز نہیں خواہ وہ کسی صورت میں ہو کیونکہ قرآن کے احکام حجاب کا یہی تقاضا ہے اور اسی وجہ سے وہ قاضی بھی نہیں بنائی جا سکتی اور مؤذن اور امام نماز بھی نہیں بن سکتی اور وزیر اعظم ہونا تو بہت بڑا منصب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی کسی عورت کو کسی صوبے کا بھی والی اور کسی جگہ قاضی نہیں بنایا حالانکہ ازواج مطہرات اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ بھی موجود تھیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی قسم کا سوال اٹھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یا حضرت فاطمۃ الزہراء کو ہی خلیفہ بنا دیا جائے پھر خلافت راشدہ کے دور میں بھی کسی عورت کو کسی درجے کی حکومت اور قضا کی ذمہ داری نہیں دی گئی۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے دورِ خلافت میں بھی اس قسم کے اہم فرائض اپنی کسی صاحبزادی کے سپرد نہیں کیے اور شیعوں کا بھی اصل مذہب یہی ہے کہ عورت اس قسم کے شرعی امور کی اہلیت نہیں رکھتی۔

۳۱ علماء کا متفقہ فیصلہ

اور یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۱ء میں جب دستور پاکستان کے بنیادی اصول طے کرنے کے لیے مختلف مسالک کے علماء کا اجتماع ہوا تو انہوں نے متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے لیے جو ۲۲ بنیادی نکات مقرر کیے ان میں ۱۲ کے تحت یہ لکھا تھا کہ: رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے مختلف نمائندوں کو اعتماد ہو۔" علماء کے اس اجتماع میں دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث علماء کے علاوہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی تھے اور اہلِ تشیع میں سے مولانا کفایت حسین پشاوری اور مفتی جعفر حسین (سابق قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان) بھی تھے۔ بتاریخ ۲۱۔۲۲۔۲۳ اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں علماء کا یہ نمائندہ اجتماع حضرت علامہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی صدارت میں ہوا تھا جس میں علمائے دیوبند میں سے مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامع اشرفیہ لاہور، مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، مولانا شمس الحق صاحب حقانی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی، مولانا احمد علی صاحب لاہوری، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری وغیرہ تھے۔ اہل حدیث میں سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ اور مولانا داؤد صاحب غزنوی اور بریلوی علماء میں سے مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی وغیرہ تھے اور جب بعدازاں صدر ایوب خان اور فاطمہ جناح کا صدارتی الیکشن ہوا تو جمعیۃ علماءِ اسلام غیر جانبدار رہی تھی۔ فاطمہ جناح کی تائید بوجہ عورت ہونے کے نہیں کرسکتے تھے اور صدر ایوب کی اس لیے حمایت نہیں کرسکتے تھے کہ اس نے عائلی قوانین کے نفاذ میں بعض باتیں صراحتاً خلافِ قرآن منظور کی تھیں لیکن جماعتِ اسلامی کے بانی دامیرِاول ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے علماء کے سابقہ متفقہ فیصلہ کے خلاف فاطمہ جناح کی حمایت میں ملک گیر تحریک چلائی تھی اور مودودی جماعت کی بے اصول سیاست کی یہ ایک تاریخی مثال ہے۔

جمعیۃ علماءِ اسلام کا اسلامی منشور

ستمبر ۱۹۶۹ء میں کل پاکستان جمعیۃ علماءِ اسلام نے جو "اسلامی منشور" شائع کیا تھا اس میں وہ ۲۲ نکات بھی درج کردیے تھے جو ۱۹۵۱ء میں بمقام کراچی مختلف مسالک کے ۳۱ علماء نے متفقہ طور پر منظور کیے تھے۔ اس وقت کل پاکستان جمعیۃ علماءِ اسلام کے مرکزی امیر حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم تھے۔ اس اسلامی منشور کا ابتدائیہ بھی مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے لکھا تھا۔ اس اسلامی منشور میں نظامِ حکومت کے عنوان کے تحت نمبر ۵ میں یہ لکھا ہے کہ:۔خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوارِ حکومت و آثار کو اسلامی نظامِ حکومت کے جزئیات متعین کرنے کے لیے معیار قرار دیا جائے گا۔ (نمبر ۶) مملکت کی کلیدی اسامیاں غیر مسلموں اور مرتدوں کے لیے ممنوع قرار دے دی جائیں گی۔ (۷) صدرِ مملکت کا مسلمان ہونا اور پاکستان کی ۹۸ فیصد مسلمان اکثریت اہلسنت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہوگا۔"

۳۱ علماء کے متفقہ نکات میں جو کمی رہ گئی تھی وہ جمعیۃ علماءِ اسلام کے منشور میں پوری کردی گئی ہے۔ کاش کہ جمعیۃ علماءِ اسلام کے موجودہ دونوں دھڑے وقتی سیاسی اختلافات کو نظرانداز کرکے اسی "اسلامی منشور" کی بنیاد پر جماعتی طور پر محنت کرتے اور اہلسنت والجماعت

کی عظیم اکثریت کی ما انا علیہ واصحابی کی بنیاد پر راہنمائی کرتے تو آج پاکستان صحابہؓ دشمن طاقتوں کی آماجگاہ نہ بنتا۔

مولانا سراج احمد دین پوری

دین پور ریاست بہاولپور میں اولیاء و اقطاب کا مرکز رہا ہے۔ مولانا سراج احمد دین پوری کے دادا حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری قطبِ وقت تھے جو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے بھی مرشد ہیں۔ لیکن انقلابِ زمانہ دیکھئے کہ ان کے پوتے جو اب بڑھاپے کی آخری منزلیں طے کر رہے ہیں یعنی مولانا سراج احمد دین پوری، پاکستان کی وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے مذہبی امور کے مشیرِ اعلیٰ ہیں اور ان کو وفاقی وزراء کی مراعات حاصل ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کاش کہ پیپلز پارٹی کسی مرد کو وزیراعظم بنا دیتی۔ اور نہیں تو مولانا سراج احمد دین پوری کو ہی وزارتِ عظمیٰ کا قلمدان سپرد کر دیا جاتا تو پاکستان اس بدنما داغ سے محفوظ ہو جاتا۔ ہمیں تو خطرہ ہے کہ اگر مولانا دین پوری موصوف نے بے نظیر کی امامتِ کبریٰ (حکومت) قبول کر لی ہے اور اس کے مشیرِ خاص بن گئے ہیں تو کہیں امامتِ صغریٰ بھی اس کے سپرد نہ کر دیں یعنی بے نظیر کی اقتداء میں ہی نماز نہ پڑھنے لگ جائیں۔

ع کہ ہم نے انقلابِ چرخِ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں — واللہ الھادی

اللہ تعالیٰ پاکستان کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ اہلسنّت والجماعت کو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی اور عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ کی بنیاد پر منظم و متحد ہونے کی توفیق دیں اور ملک و ملت کو نظامِ خلافتِ راشدہ کی پیروی نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ماخوذ: سالانہ روئیداد مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال ۱۴۰۹ھ

اعتذار

شمارہ گذشتہ میں کاپی پیسٹنگ کے وقت ص۳۴، ص۳۵، ص۳۶ اور ص۳۷ کی جوڑائی غلط ہو گئی ہے۔ قارئین کرام مطالعہ کرتے وقت درج ذیل ترتیب کو ملحوظ رکھیں۔ ص۳۴ کے بعد ص۳۶، ص۳۶ کے بعد ص۳۵ اور ص۳۷ کے بعد مسلسل۔ ادارہ اس کوتاہی پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

گلہائے رنگا رنگ

شبیر احمد میواتی

رات کی زلفیں گھنیری ہو چکی ہیں۔ اسلام کا مایۂ ناز خلیفہ حضرت عمرؓ بن الخطاب اسی رات کی تاریکی میں رعایا کی عام خیر گیری کے لیے گشت پر ہیں۔ ایک گھر سے آواز آتی ہے۔ بیٹی اٹھ دودھ میں پانی ملا دے۔ نہیں اماں خلیفہ کا حکم ہو چکا ہے کہ دُودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ بیٹی جواب دیتی ہے۔ ماں پھر کہتی ہے۔ تو کیا اس وقت خلیفہ تجھ کو دُودھ میں پانی ملاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں؟ بیٹی جواب دیتی ہے۔ نہیں اماں جان یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ خلیفہ کے حکم کو دن کی روشنی میں تو مانا جائے اور رات کی تاریکی میں اس کے خلاف عمل کیا جائے۔

حضرت عمرؓ اس گفتگو کو سُن کر ایک خاص جذبہ سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ گھر پر نشان لگا دیا جاتا ہے۔ صبح ہوتی ہے تو اس گھرانے کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کی جاتی ہیں اور اس کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب اپنے ایک بیٹے کی شادی اس پاکباز اور ایماندار خاتون سے فرما دیتے ہیں جس کی راست بازی اور سچائی ہمیشہ طبقۂ خواتین کے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔

خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضؓ کی مقبولیت دُعا

"اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت بھی اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مرنا اور یہاں دفن ہونا بھی نصیب فرما۔"

آپ کی صاحبزادی اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ نے عرض کیا (شہادت تو اسلامی سرحدات پر ہے) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ راہِ خدا میں شہید بھی ہوں اور مدینہ میں موت بھی ہو؟ آپؓ نے فرمایا۔ اللہ چاہے گا تو یہ دونوں باتیں ہو جائیں گی۔ اللہ نے امیرالمؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ کی دونوں دعائیں قبول کرلیں۔ ایرانی مجوسی ابولولو فیروز نے مسجد نبویؐ میں

وقت نماز میں آپؓ کے پیٹ میں خنجر مارا۔ آپ یکم محرم الحرام کو تاجِ شہادت پہن کر دنیا فانی سے رخصت ہوئے اور خاک کی چادر اوڑھ کر حجرۂ نبویؐ میں قیامت تک کے لیے محو استراحت ہو گئے۔

محبوبِ خدا کے محبوب

• حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "میرے گھر والوں میں سے مجھ کو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو دوش مبارک پر اٹھا کر دعا فرماتے تھے۔ خداوندا! میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔ تو بھی محبوب رکھ!

(ان دونوں روایتوں کو ترمذیؒ نے باب فضائل حسنؓ و حسینؓ میں نقل کیا ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ دریافت فرمایا بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے آئے اور چمٹ گئے۔ فرمایا:۔

"خدایا! میں ان کو محبوب رکھتا ہوں، تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کو محبوب رکھنے والے کو محبوب رکھ۔" (مسلم باب فضائل الحسن والحسینؓ)

ان روایات سے نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ حسنینؓ کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں بلکہ یہ حضرات محبوبِ خدا بھی ہیں اور جو ان کو محبوب رکھتا ہے وہ بھی محبوبِ خدا ہے۔

الحمد للہ کہ اہل سنت ان ارشاداتِ رسول کے مطابق حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بے پایاں محبت رکھتے ہیں اور اس محبت کو عند اللہ اپنی مقبولیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کی کتبِ احادیث ان حضرات کے فضائل و مناقب اور اس قسم کے مضامین سے مملو ہیں۔ اہلِ سنت کے عقیدے میں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصل ایمان ہے اسی طرح آپؐ کے اصحابِ کرام اور آل پاکؓ کی محبت و عقیدت بھی وجہِ ایمان ہے۔ جو دل حضورؐ کی محبت سے خالی ہے وہ ایمان سے خالی ہے اور جو صحابہ کرامؓ کا دشمن ہے وہ رافضی ہے اور جو آلِؓ اطہار کی محبت و عقیدت سے بہرۂ وافر نہیں رکھتا وہ خارجی ہے۔ خدا ہم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔

ماخوذ۔ ماہنامہ دعوت لاہور مارچ ۱۹۶۰ء)

جنابِ مولانا مفتی سید **عبدالشکور** صاحب **ترمذی** مہتمم مدرسہ حقانیہ ساہیوال (ضلع سرگودہا)

تحریک خدام اہلسنت والجماعت کا ترجمان ماہنامہ "حق چار یار رضؓ" مخدومی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زادمجدہم کی سرپرستی میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کے کئی پرچے نظر سے گزرے۔ بحمد اللہ اپنے موضوع پر اس میں کافی مواد پایا۔

حضرت قاضی صاحب موصوف کو "مسلک اہلسنت والجماعت" کی حقانیت کے اثبات کے سلسلہ میں خصوصی ذوق اور شغف حاصل ہے اور اپنے اکابرؒ کے ذوق کی حفاظت کا حضرت موصوف کو بے حد خیال ہے۔ امید ہے کہ وہ اس ماہنامہ کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فرض انجام دیتے ہوئے اپنے اکابر کے خصوصی ذوق کو ملحوظ خاطر رکھیں گے اور افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کے ساتھ مسلکِ حقہ اہلسنت والجماعت کی حسبِ سابق صحیح ترجمانی کرتے رہیں گے۔ واللہ الموفق والمعین۔

حقیقت یہ ہے کہ افراط وتفریط کے درمیان راہِ اعتدال ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی ہدایت کی دعا سورۃ فاتحہ میں سکھلائی گئی ہے اور "**کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس**" میں اس امت محمدیہ کو تمام امتوں پر باعث فضیلت قرار دیا گیا ہے۔

مذہب اہلسنت والجماعت اسی راہِ اعتدال اور صراطِ مستقیم کی تعبیر اور اسی کا دوسرا نام ہے "خدام اہلسنت والجماعت" کے لیے ضروری ہے کہ وہ جادۂ اعتدال سے منحرف تمام جماعتوں اور فرقوں کو اسی صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیں اور مذہب اہلسنت والجماعت پر

جو شبہات و شکوک کئے جاتے ہیں ان کا ازالہ کیا جاتے ۔ یہ اہلسنّت والجماعت کا مذہبی فریضہ اور ان کی ذمّہ داری بھی ہے اور آئینی حق بھی ۔

البتہ بحکم ربانی ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة اس دعوت میں اپنے مدّعا پر دلائل و براہین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ زبان اور اسلوبِ بیان ایسا اختیار ہونا چاہیئے جس سے مخاطب کے نصیحت قبول کرنے کی امید ہو اور مدافعت میں بھی وجادلهم بالتی هی احسن پر نظر رہنی چاہیئے ۔

اہلسنّت والجماعت کا ہر داعی اور خادم اس قرآنی طریقِ دعوت کا مکلّف اور پابند ہے اور بجا طور پر امید کی جاتی ہے کہ رسالہ "حق چار یارؓ" بھی حسبِ دستور اسی طریق و دعوت پر کاربند رہتے ہوئے تمام فرقوں اور جماعتوں کو راہِ اعتدال کی طرف دعوت کا فریضہ ادا کرتا رہے گا ۔

برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے فرض کے ادا کرنے میں ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی کوتاہی نہیں کی بلکہ ہمیشہ راہِ اعتدال سے منحرف تمام فرقوں اور جماعتوں کے قابلِ اصلاح نظریات کو زیرِ بحث لا کر مثبت انداز میں مدلل طریقہ پر سب پر ہی تنقیدی اور تردیدی کلام کیا ہے ۔ حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ، حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ ، مسند الوقت حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ ، حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ وغیرہ حضرات کی اس سلسلہ کی خدمات جلیلہ سے کون انکار کر سکتا ہے ؟ پھر ماضی قریب میں اکابر دار العلوم دیوبند قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ، محدّث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ و حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ کی خدمات سے بھی ہر لکھا پڑھا شخص واقف ہے اور امام اہلسنّت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ نے اپنے دور میں مسلک اہلسنّت والجماعت کی قلمی اور لسانی جو قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ انہی کا خاص حصّہ ہے ۔

عرض یہ کرنا ہے کہ ہمارے حضرات اکابرؒ نے اپنے اپنے زمانہ میں مذہب اہلسنّت والجماعت کی ایسی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور ایسا علمی تحقیقی ذخیرہ چھوڑا ہے جو ہمارے لیے نہ صرف یہ کہ لائق تقلید بلکہ سرمایۂ افتخار بھی ہے ۔ جزاهم الله احسن الجزاء ۔

یہ احقر تو اپنے اکابرؒ کی تحقیقات کا مقلد محض ہے اور احقر کا ناقص خیال تو یہ ہے کہ ان حضرات اکابر کی تحقیقات اور اس پر عمل پیرا ہونا ہی ضروری ہے۔ علیحدہ ہو کر اب کوئی بھی آزادانہ رائے بظاہر خواہ اس کی پشت پر کتنے دلائل نظر آتے ہوں نہ تو تحقیق کہلانے کی مستحق ہے اور نہ ہی اس کو مذہب اہلسنت والجماعت کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے۔ میرا مطلب یہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ میری یہ بات بہت سے محققین کو پسند نہیں آئے گی۔ احقر اس کا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مذہب اہلسنت والجماعت کو اس کی اپنی شکل میں محفوظ رکھنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اکابر کی تحقیقات پر اعتماد کیا جائے۔ صرف اسی صورت میں ہی مذہب اہلسنت اپنے اور غیروں کی دست برد سے مامون رہ سکتا ہے۔ مگر عام طور پر دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال پر قائم نہیں رہا جاتا بلکہ کنتبض علی حجر کا مصداق ہے اور ہر طرف "اعجاب کل ذی رائے برائہٖ" کا ظہور ہو رہا ہے اور ضروری حدود و قیود کی رعایت کے بغیر "نئی تحقیق" کے نام پر نئے نئے نظریات منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ اپنے اکابر کی اتباع اور تقلید سے تو عار و شرم محسوس کی جاتی ہے۔ ان کو غیر محقق سمجھا جاتا ہے اور اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے اور اس فتنۂ عدمِ اعتماد کے اثرات بد سے محفوظ رہنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

جناب مولانا **احمد عبدالرحمٰن** صاحب **صدیقی** فاضل وفاق و حقانیہ، ایم اے، ایل ایل بی
امیر انجمن خدام الدین و مدیر نظارۃ المعارف، مسجد سیدنا عثمان غنیؓ نوشہرہ (پشاور)

بندہ از حد خوش ہوا کہ دیرینہ تمنا و خواہش "حق چار یارؓ" ماہنامہ رسالہ کی شکل میں پوری ہوئی۔ اِس دَورِ پُرفتن میں اہلِ حق کا ترجمان اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مدّاح بن کر یہ رسالہ ظاہری باطنی خوبیوں سے مرصّع قلب و نظر کو مسرور کر گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اپنے تمام بزرگوں کے سچے جانشین اور مجاہد و مخلص عظیم ولی اللہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے فیوضات سے ہر ماہ اب استفادہ کی سعادت نصیب ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ غیبی نصرت و مدد سے اس رسالہ کو ترقیات و برکات سے نوازے اور آپ و ہم سب خدام کو اپنی رضا و محبت و اتباع نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرامؓ سے ہمیشہ مشرف رکھے آمین اور دین حق کی صحیح

خدمت کی توفیق و قبولیت سے نوازے آمین بحرمت طٰہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کو دل سے جذبات تشکر و تبریک پیش کر کے اپنی حقیر خدمات بھی اس رسالے کے لیے پیش کرتا ہوں۔

جناب مولانا **ابراہیم یوسف باوا صاحب زنگونی**، مدیر ماہنامہ 'الاسلام' برطانیہ

ماہنامہ "حق چار یارؓ" لاہور کے تین شمارے موصول ہوئے، بے حد شکریہ! سنی مسلمان ایک عرصہ سے ماہنامہ حق چار یارؓ" طرز کے پرچہ کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ کافی دیر بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ضرورت آپ کے ذریعہ سے پوری کرائی۔ زہے نصیب! لیکن یہ دیر بھی انشاء اللہ "دیر آید درست آید" کا مصداق ہو گی۔ الحمد للہ "حق چار یارؓ" کے تمام مضامین نہایت جامع اور مفید ہیں۔ امید کامل ہے کہ "حق چار یارؓ" اس پُر فتن دور میں راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت ثابت ہوگا۔ دُعا ہے کہ اللہ پاک اس کے فیض کو عام و تام کرنے اور مسلمانوں کو اس کی قدر نصیب فرمائے آمین۔ سفرِ برطانیہ کے دوران اپنے ہاتھوں سے بندہ کو حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (جہلمی) مدظلہٗ نے حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ کی تصانیف "خارجی فتنہ" وغیرہ عنایت فرمائیں تھیں میں نے یہ کتابیں پڑھیں ہیں اور ان کے مطالعہ سے میری معلومات میں بہت بہت اضافہ ہوا ہے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنتوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے آمین۔

جناب سیّد **نسیم اختر شاہ صاحب قیصر** (نبیرہ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ)
مدیر ماہنامہ طیّب و پندرہ روزہ "اشاعتِ حق" دیوبند

"حق چار یارؓ" کے ابتدائی تین شمارے موصول ہوئے۔ شکریہ۔

پاکستان سے نکلنے والے اخبارات و رسائل کا بلاشبہ معیار بلند ہے جس کے لیے ہم ترستے ہیں۔ "حق چار یارؓ" بھی ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے اور پھر جو عنوان لے کر یہ کام شروع کیا گیا ہے وہ لائقِ ستائش اور لائقِ تحسین ہے۔ خدا عزم و ثبات عطا فرمائے مضامین معیاری اور انتخاب عمدہ ہے۔ مبارک باد قبول فرمائیں۔

> انسانی قلب کو جس سکون کی تلاش ہے وہ زر اور زور دونوں کی دسترس سے باہر ہے۔
> حضرت فاروق اعظم رضؓ

جناب علامہ محمد یوسف صاحب جبریل

داہ چھاؤنی، ضلع راولپنڈی

ماہنامہ "حق چار یار رضؓ" دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ بالخصوص اس حوالے سے کہ یہ جریدہ نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی ہے اور آج اس تحریک کی بے حد ضرورت ہے۔

آپ اس دعوت وتحریک اور اس کے ساتھ ساتھ نظریاتی انقلاب اور ذہنی وفکری اصلاح کا جو بیڑہ اُٹھا کر میدانِ عمل میں آئے ہیں اس راہ میں بے شمار کانٹے ہیں، پریشانیاں ہیں، تکلیفیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار رہوگا۔ اور یقیناً ہوگا۔ تو یہ تمام مسائل ومشکلات ختم ہو جائیں گی۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے اِس دَور میں بعض لوگ صحابہ کرام رضؓ کے ساتھ انصاف نہیں کر رہے جس کی وجہ سے وہ راہِ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے "حق چار یار رضؓ" بہت مؤثر ثابت ہوگا۔

جناب ارقم صاحب میواتی لاہور۔

مکرمی! گذشتہ مشترکہ شمارے میں مولانا محمد مسعود شمیم (مکۃ معظمہ) کی تحریر بعنوان "لفظ مکہ کے متعلق ایک اہم اعلان" پڑھنے کا اتفاق ہوا لیکن میں آپ کی توجہ اس طرف بھی مبذول کراتا ہوں کہ پاکستان کے بعض معروف اشاعتی اداروں نے قرآن حکیم کا ترجمہ شائع کرتے ہوئے تاحال ہجّوں میں تبدیلی کی زحمت گوارا نہیں کی شائد اس طرح انہیں کچھ مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہو۔ حیرت ہے کہ وزارت مذہبی امور نے بھی اس کا نوٹس نہیں لیا۔ سُنّی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ وزارت مذہبی امور سے پُرزور مطالبہ کریں کہ وہ اب تمام اشاعتی اداروں سے MAKKAH کے درست ہجے لکھنے کے احکامات پر عمل درآمد کرانے میں عجلت سے کام لے۔

اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ صحابہؓ — اللہ کا فرمان ہے فرمانِ صحابہؓ

اصحابؓ تہِ سایۂ دامانِ محمدؐ — کونین تہِ سایۂ دامانِ صحابہؓ

انوارِ رسالت نے کیا ہے اُسے روشن — بجھتی ہے کہیں شمعِ فروزانِ صحابہؓ

ہر حسن، ہر اک خیر، ہر اک تازہ تعمیر — وابستہ بیک گوشۂ دامانِ صحابہؓ

عثمانؓ و علیؓ مرکزِ اسرارِ شہادت — صدیقؓ و عمرؓ خاصۂ سلطانِ صحابہؓ

اللہ کا قرآن ہے اوصاف کا شاہد — اللہ کا محبوبؐ ثنا خوانِ صحابہؓ

ہندی و عراقی ہو کہ ایرانی و مصری — وہ کون ہے جس پر نہیں احسانِ صحابہؓ

مجھ پر بھی جگر کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت

میں بھی ہوں غلامے ز غلامانِ صحابہؓ

حضرت جگر مراد آبادیؒ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۵۸
ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور
فون نمبر ۳۱۶۱۰۲
یا اللہ مدد
اصل کلمہ اسلام
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
یادگار فخر اہلسنت رئیس المناظرین حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ (مصنف آفتاب ہدایت)
تحریک خدام اہلسنت والجماعت کی اکیسویں سالانہ عظیم الشان
دو روزہ
سُنّی کانفرنس
خلافت راشدہ
حق چاریارؓ
بمقام
بھیں
(ضلع چکوال)
بروز
اتوار - پیر
بتاریخ ۲۴-۲۵ محرم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۷-۲۸ اگست ۱۹۸۹ء
زیر نگرانی قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ امیر تحریک خدام اہلسنت پاکستان
خطیب مدنی جامع مسجد چکوال
برادران اہلسنت! ان شاء اللہ حسب سابق سالانہ پروگرام کے مطابق جامع مسجد اہلسنت بھیں (ضلع چکوال) میں علماء اہلسنت توحید باری تعالیٰ حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت کمالات و معجزات اور خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ اور اہلبیت عظام کے فضائل و مناقب بیان فرمائیں گے۔
سنی مسلمانوں سے شرکت کی اپیل ہے۔ (مفصل پروگرام علیحدہ اشتہار میں شائع کیا جا رہا ہے)۔
اطلاع: مرکزی دفتر تحریک خدام اہلسنت مدنی جامع مسجد چکوال فون ۲۸۵۸